تاریخ امارت

از

مولانا عبدالصمد صاحب رحمانی
ناظم امارت شرعیہ صوبہ بہار

مطبوعہ برقی مشین پریس عمرادر پور پٹنہ

قیمت

کتاب العشر والزکوٰۃ

کتاب العشر والزکوٰۃ کو ملک میں جو قبول عام حاصل ہوا، اور علم کے دربار سے جو گراں قدر رائیں اسکو ملیں، ان سب کے ملخص ذکر کی بھی یہاں گنجائش نہیں ہے چند رایوں کی تلخیص بلفظہ حسب ذیل ہے:-

مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی: مسلمانان بہار کا حتمی فریضہ ہے کہ وہ امارت شرعیہ کی بقا و تقویت کے لئے اپنی تمام مساعی وقف کردیں۔ اور اس کتاب کو حرز جان بنا کر اس کے مضامین پر عمل کریں۔

شیخ الحدیث حضرت مولنا فخر الدین احمد صاحب۔ مرادآباد: احقر کی نظر میں یہ کتاب اپنے موضوع میں کامیاب ہے۔ مضامین کی تفصیل، دلائل کی قوت۔ اقوال فقہاء رحمہم اللہ اجمعین کا صحیح اندراج، بہتر نتائج کا اخراج، ایسی صفائی کے ساتھ پیش کیا ہے کہ بے اختیار زبان سے نکلتا ہے کہ اس کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔

حضرت مولنا سید منت اللہ صاحب رحمانی سجادہ نشین خانقاہ رحمانی مونگیر: زکوٰۃ وعشر کے تمام پہلوؤں پر تفصیلی بحث ہے۔ اور اسکی قرآن حکیم، احادیث نبوی مستند کتب فقہیہ اور ائمہ مجتہدین کے اقوال سے تصدیق ہے۔ جو اہل علم کے انشراح صدر کا باعث ہے۔

حضرت مولنا عبد الحلیم صاحب صدیقی ناظم جمعیۃ علماء ہند دہلی: امیر الیقین ہے مولنا موصوف کتاب و سنت اور ائمہ مجتہدین کی تصریحات [illegible] تمام کیلئے زکوٰۃ و عشر کے اصول [illegible] کرکے [illegible] شرعیہ کو استدلال سے ثابت کرنے میں بحمد للہ کامیاب ہیں۔ فللہ الحمد علی ذلک

ملنے کا پتہ: مکتبہ امارت شرعیہ پھلواری شریف ضلع پٹنہ (صوبہ بہار) قیمت [illegible]

(الف)

فہرست مضامین "تاریخ امارت"

بسم اللہ تعالےٰ

عرض حال

[illegible]ھ کے جریدہ نقیب میں "تاریخ امارت" کا انقلابی اور آئینی دور
اور کچھ مضمون "لائحہ عمل" کا قسط وار شائع ہوا تھا کہ دفتر امارت شرعیہ کے ایک
ضروری کام سے میں سفر میں چلا گیا اور یہ سلسلہ بند ہو گیا۔ وقت کی نامساعدت
اور دوسرے ضروری کاموں کے باعث اس امر کا موقع نہ ملا کہ پھر اس سلسلہ کو شروع
کیا جاتا۔

کامل دو سال کے بعد جب کہ کاغذ کی گرانی ہولناک درجہ کو پہنچی ہوئی ہے
"ادارہ امارت شرعیہ" اپنے ناظرین کے ہاتھوں میں کس طرح یہ رسالہ دے رہا ہے۔ اس کا
جواب صرف یہ ہے کہ یہ خدائے کارساز کی "امتنان نمائی" کا صدقہ ہے جس کے باعث اس کی
توفیق ہوئی کہ نظرثانی کر کے معمولی ترمیم و اضافہ کے بعد ہم ادارہ امارت شرعیہ سے
کتابی صورت میں شائع کر رہے ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

اس کتاب کے مضامین کے تین حصے یا تین باب ہیں۔ پہلے باب میں امارت
شرعیہ کے قیام کے متعلق ان خدمات کا بیان ہے جو ہمارے "اکابر" رحمہم اللہ تعالےٰ
نے "عزیمت" کی راہ اختیار کر کے انجام دئے ہیں جن کو "انقلابی دور" سے ہم نے تعبیر کیا ہے۔
دوسرے باب میں "قیام امارت شرعیہ" کے متعلق ان خدمات کا بیان ہے جن کو ہمارے
دور سے تعلق ہے۔ اور اسکو ہم نے "آئینی دور" سے تعبیر کیا ہے۔ جو عزیمت سے فروتر ہونے
کے باعث انقلاب حال کے درجہ میں تو نہیں ہے لیکن نتیجۂ انقلاب کے لیے اصلاح
حال کے درجہ میں ضرور ہے اور شرعاً یہ درجہ بھی اپنے ماحول کے اعتبار سے اسی نظریہ کے ماتحت

مطلوب و مقصود ہے۔

تیسرے باب میں امارت شرعیہ کے نظام کے "لائحہ عمل" اور ضمنی طور پر اسکے مقاصد اور مختصر خدمات کا بیان ہے۔

ہم بڑے ناسپاس ہوں گے۔ اگر اس کا ذکر نہ کریں کہ اس تالیف کے بعض ضروری گوشے نامکمل رہ جاتے۔ اگر قاضی سید احمد حسین صاحب سے (جو حضرت نائب امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے ہمیشہ کے رفیق کار رہے ہیں) بعض تاریخی مواد نہ ملتے۔

یہ رسالہ اپنے موضوع پر چونکہ پہلی کتاب ہے۔ اسلئے بہت ممکن ہے کہ بحث کا کوئی گوشہ ایسا رہ گیا ہو جسکو اسکی تنگ دامانی میں جگہ نہ ملی ہو۔ لیکن پھر بھی اسکے محدود اوراق میں اجمالی طور پر سہی۔ ناظرین کو ۱۸۰۳ء سے ۱۹۴۳ء تک کی اسلامی ہند کی اس انقلابی اور آئینی جد و جہد کی تاریخ ملیگی۔ جسکی بنیاد سر اسر اسلامی نقطۂ نظر سے اسلامی مفاد پر رکھی گئی۔ اور کتاب و سنت کی روشنی میں کتاب و سنت کے "ابدی نظام شرعی" کے احیاء کے لئے بروئے کار لائی گئی۔ فقی ذلک حیوۃ۔ فلیتنافس المتنافسون۔

دفتر امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ   عبد الصمد رحمانی
۲۱ محرم الحرام ۱۳۶۲ھ   ناظم امارت شرعیہ صوبہ بہار و اڑیسہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حَامِدًا وَّمُصَلِّيًا وَّمُسَلِّمًا

تاریخ امارت کا پہلا دن

بدبخت ہندوستان پر جب وہ منحوس وقت آپہنچا کہ ۱۸۰۳ء میں شاہ عالم" کو گرفتار کرلیا گیا۔ اور حدود دہلی کے اندر محصور بادشاہ سے معاہدہ لکھوایا گیا۔ اور تاج دہلی کے اقتدار کو تسلیم کرتے ہوئے دہلی میں یہ اعلان کرایا گیا۔ کہ

"ملک بادشاہ سلامت کا اور حکم کمپنی بہادر کا"

تو ارباب ہوش کے نزدیک "تاریخ امارت" کا وہ پہلا دن تھا مسلمانوں نے جب یہ سنا کہ "حکم کمپنی بہادر کا" تو دلوں کے ریشہ ریشے سے اسلامی روح نے پکار کر پوچھا۔ کیا دارالاسلام آج سے دارالکفر ہوگیا؟ کیا اسلامی سیاست، اسلامی حقوق، اسلامی مفاد کی نگہداشت اور صیانت کے لئے آج سے امان اٹھ گیا؟ کیا اسلامی اور اجتماعی اصول وفروع اور اس کے احکام کو بروئے کار لانے کے لئے عملی بند وبست کا

خاتمہ ہوگیا؟ کیا فرزندان اسلام کے وظیفہ فرائض اسلامی کا نقشہ آج سے بدل گیا؟

تاریخ کے صفحات میں اس کا جواب موجود ہے۔ کہ پایہ تخت دہلی کے اس خانوادہ نے جو اسلامی شریعت، اسلامی طریقت اسلامی سیاست، اسلامی تمدن، کا واحد علمبردار تھا۔ اور تمام اسلامی ہند کا علمی، روحانی۔ دینی حیثیت سے مرکز اور نقطۂ مطاع تھا۔ اس نے بروقت بدلے ہوئے حالات کا صحیح جائزہ لیا۔ اور بلاخوف وخطر یہ اعلان کر دیا کہ ہندوستان دارالاسلام سے دارالکفر ہوگیا۔ اور ابلاغ عام کے لئے خاندان ولی اللّٰہی کے چشم و چراغ اور سب کے مخدوم و مطاع حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا اپنا مشہور فتویٰ شائع کیا اور مسلمانوں کو ان کی جدید ذمہ داریوں کی طرف فوراً توجہ دلایا۔ حالانکہ خطرات کے وہ سارے بادل ان کی نگاہوں کے سامنے تھے۔ جو ٹوٹ ٹوٹ کر اس خانوادہ پر برس چکے تھے۔ اور اس وقت بھی ہلاکت و بربادی کے پورے سروسامان کے ساتھ برسنے کے لئے تیار تھے۔

حضرت شاہ صاحب اس کو بھولے نہ تھے۔ کہ وہ سیاسی پرخاش ہی تھا جس نے ان کے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ کے پہنچے اتروا کر ہاتھ بیکار کرا دئے تھے تاکہ وہ کوئی کتاب یا مضمون تحریر نہ کر سکیں۔ پھر وہ بھی سیاسی عتاب ہی کا نتیجہ تھا جو تاریخ کے صفحات پر

سیاہ حرفوں میں آج بھی لکھا ہوا ہے کہ اس آسمان نے یہ دردناک تماشہ بھی دیکھا ہے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب اور شاہ رفیع الدین صاحب کو دہلی سے اس طرح نکالا گیا تھا کہ یہ دونوں بزرگ مع مستورات کے شاہدرہ تک پیدل آئے تھے۔ اس کے بعد مستورات کو تو کسی طرح سواری مل سکی تھی جس سے وہ پھلت (مظفر نگر) چلی گئی تھیں۔ مگر ان دونوں بھائیوں کو سواری بھی نہیں ملی تھی۔ شاہ رفیع الدین صاحبؒ پیدل لکھنؤ گئے تھے۔ اور شاہ عبدالعزیز صاحبؒ جونپور گئے تھے۔ اور اس حال میں گئے تھے کہ دونوں بھائیوں کو نہ ساتھ رہنے کا حکم تھا۔ نہ سواری پر سوار ہونے کی اجازت تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کو راہ میں لُو لگ گئی اور ان کی آنکھوں کی بینائی پر اثر پڑ گیا۔ پھر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے معاملہ کی سنگینی یہیں پہنچ کر ختم نہیں ہوتی۔ بلکہ ان کے ساتھ سر تعذیب جسمانی کے علاوہ ایک موقع پر جان لینے کا بھی سودا کیا گیا تھا۔ یعنی دو مرتبہ زہر دیا گیا۔ اور ایک مرتبہ چھپکلی کا ابٹن سارے جسم پر ملوا دیا گیا۔ جس سے آپ کو جذام اور برص ہو گیا تھا۔

بہرحال حضرت شاہ صاحبؒ کا فتویٰ شائع ہوا اور ہندوستان کی اسلامی دنیا نے ایک نئی کروٹ لی۔ اور شاہ صاحب کے فتوے کی روح کو سمجھا۔ اور اس پر عمل کرنے کے لئے راہ پیدا کرنے کی صورتیں سوچی جانے لگیں۔ شاہ صاحب کے فتوے کے الفاظ یہ ہیں:۔

قیام امارت پر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کا فتویٰ

درکافی می نویسد۔ ان المراد بدار
الاسلام بلاد یجری فیہا حکم
امام المسلمین ویکون تحت
قھرہ۔ و بدار الحرب
بلاد یجری فیہا امر عظیمہا
وتکون تحت قھرہ انتہیٰ۔
دریں شہر حکم امام المسلمین اصلاً جاری
نیست۔ وحکم رؤسا نصاریٰ بے
دغدغہ جاری ست۔

ومراد از اجرار احکام کفر این ست
کہ در مقدمہ ملک داری وبندوبست
رعایا واخذ خراج وباج وعشور اموال
تجارت وسیاست قطاع الطریق
وسراق وفیصل خصومات وسزائے
جنایات کفار بطور خود حاکم باشند
آرے اگر بعضے احکام اسلام را مثل
جمعہ وعیدین واذان وذبح بقر تعرض

کافی میں مسطور ہے کہ دارالاسلام
سے مراد ایسے بلاد ہیں۔ جہاں مسلمانوں
کے امام کا حکم جاری ہو۔ اور اُسی کے
تصرف میں ہو۔ اور دارالحرب سے
مراد ایسے شہر ہیں۔ جہاں اس کے
صاحب اقتدار کا حکم جاری ہو اور اُسی
کے قہر و تصرف میں ہو۔ (انتہیٰ)
اس شہر (دہلی) میں مسلمانوں کے
امام کا حکم بالکلیہ جاری نہیں ہے۔
نصاریٰ کے رؤسا کا حکم بغیر کسی دغدغہ
کے جاری ہے۔

کفر کے حکم کے جاری ہونے سے مراد
یہ ہے کہ ملکی معاملات کے مقدمہ میں۔
اور رعایا کے بندوبست میں اور خراج
باج (یعنی مالگذاری و لگان) اور
اموال تجارت کے عشور (یعنی جو موجودہ
دور میں بشکل چنگی ہے۔) اور چوروں ڈاکوؤں سے

نکنند نہ کردہ باشد۔ لیکن اصل الاصول
ایں چیزہا نزد ایشاں ہباء ہدر ست۔
زیرا کہ مساجد را بے تکلف ہدم مینمایند
و ہیچ مسلمان یا ذمی بغیر استیمان ایشان
دریں شہر و در نواح آں نمی تواند آمد۔
برائے منفعت خود واردین و مسافرین
و تجار مخالفت نمی نماید۔

اعیان دیگر مثل شجاع الملک و
ولایتی بیگم بغیر حکم ایشاں دریں بلاد
داخل نمی توانند شد۔ و ازیں شہر تا
کلکتہ عمل نصاری ممتد ست۔

کی نگرانی۔ مقدمات کے فیصلے۔ تعزیرات کی سزائیں
بطور خود (کفار) حاکم ہوں۔ ہاں اگرچہ اسلام
کے بعض احکام مثل جمعہ و عیدین۔ اذان
اور ذبح گاؤ میں تعرض نہ کرتے ہوں۔ نہ کریں۔
کیونکہ درحقیقت یہ چیزیں ان کے نزدیک
ناقابلِ لحاظ ہیں۔ اور بے وزن اور بے
حقیقت ہیں۔ کیونکہ مساجد کو بے تکلف
ڈھاتے ہیں۔ اور کوئی مسلمان اور
کوئی آدمی اس شہر میں اور اس کے نواح
میں بغیر ان کی پناہ کے نہیں آسکتا ہے۔
اور اپنی منفعت کے لحاظ سے تجار اور مسافرین
اور وارد ہونے والوں سے مخالفت نہیں
کرتے ہیں۔

(ان کے علاوہ) دوسرے لوگ جیسے
شجاع الملک و ولائتی بیگم ان کے حکم کے بغیر
اس شہر میں داخل نہیں ہوسکتے ہیں۔ یہاں
سے لے کر کلکتہ تک نصاریٰ کی فرمانروائی
پھیلی ہوئی ہے۔

آرے در چپ و راست مثل حیدرآباد
و لکھنؤ و رامپور۔ احکام خود جاری نہ
کردہ اند۔ بہ سبب مصالحت و
اطاعت مالکان آں ملک۔ و از
روئے احادیث و تتبع سیرت صحابہ
کرام و خلفائے عظام ہمیں مفہوم
می شود۔ زیرا کہ در عہد حضرت صدیق
اکبر ملک بنی یربوع را حکم دار الحرب
دادند۔ حالانکہ جمعہ و عیدین و اذان
در آنجا جاری بود اگر انکار حکم زکوٰۃ کردہ بودند۔
و ہمچنیں یمامہ و گرد و نواح آں را حکم
دار الحرب دادند۔ باوجودیکہ مسلمان
دراں بلاد موجود بودند۔ و علیٰ ہذا
القیاس در عہد خلفائے کرام ہمیں
طریق مسلوک بود۔۔ بلکہ در عہد
حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فدک
و خیبر را حکم دار الحرب فرمودند۔ حالانکہ
تجار اہل اسلام بلکہ بعض سکنہ آنجا
نیز دراں مکانات در وادی القریٰ

دائیں بائیں۔ جیسے حیدرآباد۔ لکھنؤ۔
رامپور میں اپنی حکمرانی ان ملکوں کے
مالکوں کی اطاعت اور مصالح کے سبب
سے جاری نہیں کیا ہے۔

میں نے جو کچھ لکھا ہے، احادیث کی رو
سے اور خلفائے عظام اور صحابہ کرام کی
سیرت کے تتبع سے یہی سمجھا جاتا ہے۔ اس لیے
کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت
میں ملک بنی یربوع کو صحابہ کرام نے دار الحرب
قرار دیا تھا۔ درانحالیکہ جمعہ اور عیدین اور
اذان وہاں جاری تھی۔ مگر ان لوگوں نے
زکوٰۃ کے حکم کا انکار کیا تھا۔ اسی طرح
یمامہ اور اس کے گرد و نواح کو صحابہ کرام
نے دار الحرب کا حکم دیا تھا۔ باوجود اس کے
کہ مسلمان ان شہروں میں موجود تھے۔
اسی طرح تمام خلفائے کرام کے زمانہ میں
یہی طریقہ جاری تھا۔ بلکہ خود حضرت پیغمبر صلی اللہ
علیہ وسلم کے زمانہ میں فدک اور خیبر کو دار الحرب
کا حکم دیا تھا۔ حالانکہ مسلمان تاجر بلکہ بعض

مشرف بہ اسلام بودند۔ فدک وخیبر را کمال اتصال بود با مدینہ منورہ۔ الخ (فتاویٰ عزیزی صفحہ ۱۶)

وہاں کے رہنے والے بھی اس جگہ اور وادی قریٰ میں مشرف بہ اسلام تھے۔ اور مدینہ منورہ سے فدک اور خیبر کو کمال اتصال تھا۔ الخ

دوسری جگہ شاہ صاحب لکھتے ہیں۔

اقامت جمعہ در دار الحرب اگر از طرف کفار والی مسلمانان در مکانے منصوب باشد باذن او درست ہست۔ والا مسلمانان را باید کہ یک کس را کہ امین ومتدین باشد رئیس قرار دہند کہ با اجازت وحضور او اقامت جمعہ واعیاد وانکاح من لا ولی من الصغار وحفظ مال غائب وایتام وقسمت ترکات متنازع فیہا علیٰ حسب السہام می نمودہ باشد بے آنکہ در امور ملکی تصرف کند ومداخلت نماید۔ (فتاویٰ عزیزی صفحہ ۳۲/۱)

دار الحرب میں جمعہ کی اقامت اگر کفار کی طرف سے مسلمان والی ہو۔ تو اُسکی اجازت سے درست ہے۔ اور اگر نہیں ہو تو مسلمانوں کو لازم ہے کہ ایک شخص کو جو امین ومتدین ہو امیر قرار دیں۔ کہ اسکی اجازت اور حضور سے جمعہ اور عیدین کی اقامت اور ایسے نابالغ جن کے ولی نہ ہوں نکاح کرانا۔ اور یتامیٰ اور غائب کے مال کی حفاظت اور متنازع فیہ ترکے حسب سہام شرعی انجام پائیں۔ بغیر اس کے کہ امور ملکی میں تصرف اور مداخلت کرے۔

سعی وعمل کے دو پہلو

انقلابی اور آئینی

قدرت کے اس اصول کے ماتحت کہ ہر زمانہ کے ساتھ کچھ ایسے خصوصیات

ہوتے ہیں جن کا اثر ملک کے ماحول پر ہوتا ہے ۔ اور ناگزیر طور پر اس ماحول
کے بسنے والے اس سے متاثر ہوتے ہیں اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ
ان کی سعی و عمل کا پہلو اور فکر و نظر کا رخ ایک خاص نہج پر لگ جاتا ہے ۔ اور
یہ اثر اتنا ہمہ گیر ہوتا ہے کہ جدوجہد کی ہر صورت اسی قالب میں ڈھل جاتی ہے
اور ملک میں ہر طرف اسی کا استیلا رعام ہوتا ہے ۔

پھر قدرت کے طے شدہ انداز پر جب زمانہ کا یہ دورہ پورا ہو جاتا ہے ۔
اور زمانہ کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے جو پہلے دور کا نتیجہ ہوتا ہے ۔ تو اس کے
خصوصیات بھی بدل جاتے ہیں ۔ اور اس جہت سے ملک کا ماحول بھی بدل
جاتا ہے ۔ اور ملک کے بسنے والوں میں بھی خاصہ تبدل و تغیر ہو جاتا ہے ۔
ماحول کی تبدیلی کے ساتھ ان کے غور و فکر کا طریقہ بدل جاتا ہے ۔ سوچنے اور
راہ نکالنے کی صورتیں الگ ہو جاتی ہیں ۔ عملی تگ و دو اور اقدام و سعی کی
نوعیت جداگانہ ہو جاتی ہے ۔ اور پچھلے دور کو پہلے دور سے جہاں تک
صورت اور ڈھانچہ کا تعلق ہوتا ہے یکسانیت سے بالکل بیگانگی ہوتی ہے ۔
چاہے مقاصد اور حقیقت کا اتحاد جوہری اور معنوی حیثیت سے اپنے اندر کوئی
تفاوت نہ رکھتا ہو ۔

ہندوستان کی آج کی دنیا ۔ اور اس کے جس دور سے ہم گذر رہے ہیں
یہ آئینی دور ہے ۔ جس کو اپنے دیس کے ماحول کے اثرات کے ہاتھوں ہم نے
۱۹۱۷ء سے شروع کیا ہے ۔ اور ہماری ہر تحریک اسی آئینی تحریک میں ڈھلی ہوئی ہے آج ہم
ملک کی آزادی کیلئے یا ملک کے کسی حق کی آزادی کیلئے یا قومی اور جماعتی مطالبہ کی آزادی کے لئے

کلچر اور تمدنی اور مذہبی آزادی کے لئے یا نظریہ و نظریہ ... طرز کے
دوسرے مقاصد کی آزادی کے لئے جو کچھ سوچتے ... جب ... بیار دو
سب آئینی شکل میں سوچتے ہیں۔ اور آئینی ... اب ...
ملک پر اسی کا استیلا ہے۔ اسی کا تسلط ہے ...
چھایا ہوا ہے۔ اور ... ہم ... حقیقت ... کی
روشنی میں سوچتے ہیں۔ اور ... روشنی میں سرگرم ...
صحیح معنوں میں وقت کا مقتضا بھی یہی ہے۔

ٹھیک اسی طرح ہندوستان کی دو دنیا اور ہندوستان کا دور قدیم
دور جو ... سے شروع ہوتا ہے۔ اور ہندوستان ایک نئے
انقلاب سے دوچار ہوتا ہے۔ اس کا ماحول سراسر انقلابی ہو جاتا ہے۔
جس کا لازمی نتیجہ یہ ہونا تھا اور یہی ہوا کہ اس دور میں جو چیز سوچی گئی
انقلاب کی شکل میں سوچی گئی۔ اور جو تحریک کھڑی کی گئی اور اٹھائی گئی وہ
انقلاب کی شکل میں اٹھائی گئی۔ اس زمانہ میں نہ تو یہ آئین تھے نہ یہ آئینی پابندیاں
تھیں نہ اس زمانہ کے ماحول پر آج کی آئینی پابندیوں کا کوئی اثر تھا۔ اس
زمانہ میں آئینی طریقۂ کار کا کوئی دھندلا سا نشان تھا۔ اس لئے اس زمانہ
میں جو کچھ ہوا وہ انقلابی شکل میں ہوا۔ سیاسی سرگرمی ہوئی تو انقلابی شکل میں
ہوئی۔ ملکی سرگرمی رونما ہوئی تو انقلابی شکل میں ہوئی۔ مذہبی جدوجہد ...
کار آئی تو انقلابی شکل میں آئی حتی کہ اصلاحات شرعیہ کی دینی اور ملی تحریک
اٹھائی گئی تو قدرتی طور پر وہ بھی انقلابی شکل میں اٹھائی گئی۔ کون کہہ سکتا ہے

کہ آج کی ملکی، سیاسی سرگرمی، وطنی تحریک اور آزادی کی جدوجہد وغیرہ وغیرہ کو کل کی سرگرمیوں سے۔ کل کی تحریکوں سے۔ کل کی جدوجہد سے اپنی صورت اور ڈھانچہ کی حیثیت سے گو کوئی تعلق کوئی یکسانیت ہے۔ مگر اس کا کون انکار کرسکتا ہے۔ کہ مقاصد اور حقیقت کے اعتبار سے دونوں میں جوہری اور معنوی حیثیت کی وحدت اور یکسانیت نہیں ہے۔ گو دونوں دور کے مقاصد کے اظہار میں بھی تعبیر اور عنوان کے اندر ماحول کے اثرات کی وجہ سے عبارت و ادا میں۔ طرز خطاب اور لب و لہجہ میں نمایاں فرق ہو۔

بہرحال تاریخ کی یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ آج سے پہلے کا دور جس کی ابتدا ۱۸۰۳ء سے ہوئی۔ وہ انقلابی دور تھا۔ اس دور کی ہر تحریک انقلابی شکل میں تھی۔ تاریخ کے صفحات اس کے شاہد ہیں اور تاریخ کا ہر طالب علم اس کا یقین رکھتا ہے۔ اور اس کو جانتا ہے۔ مجھکو اپنے موضوع بحث سے نکل جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں اس دور کی ہر طرح کی تحریکوں کی نشان دہی کرتا۔ اور بتاتا کہ کس طرح اس دور کی ہر تحریک انقلابی رنگ میں رنگی ہوئی تھی۔ اور ہر جدوجہد اسی سانچہ میں ڈھلی ہوئی تھی۔ جس میں ہماری امارت شرعیہ کی دینی تحریک بھی تھی۔ جو آج ملک کی ہر تحریک کی طرح خصوصیات ماحول کے ماتحت آئینی شکل میں ہے۔ اور وقت کا مقتضا یہی ہے۔ کہ آئینی شکل میں

تاریخ امارت کا انقلابی دور

میں لکھ آیا ہوں کہ ۱۸۰۳ء میں جب دہلی میں انقلاب کے ہاتھوں نیا دور شروع ہوا اور دہلی میں جس وقت یہ اعلان کرایا گیا کہ "ملک بادشاہ سلامت کا اور حکم کمپنی بہادر کا" تو ارباب ہوش کیلئے "تاریخ امارت" کا وہ پہلا دن تھا۔ چنانچہ اس کے بعد ارباب حل وعقد نے ہندوستان کے "دارالکفر" ہونے کا فتویٰ دیا تھا۔ اور مسلمانوں کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی تھی۔ اور "امارت شرعیہ" کے قیام کی طرف بروقت ہدایت کی تھی۔ جو آئین اسلامی کی رو سے ان پر تبدیلی ماحول سے واجب ولازم تھا۔

اب مجھکو بتانا یہ ہے۔ کہ اس انقلابی دور میں اس فریضہ پر کیونکر عمل کیا گیا۔ اور وقت کے ارباب حل وعقد نے اس فریضہ کی ادائیگی کے لئے کیا صورت اختیار کیا۔

انقلابی دور کا پہلا امیر
حضرت سید احمد صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ

جن لوگوں نے حضرت سید شہیدؒ کی حالت کا مطالعہ کیا ہے۔ ان کو معلوم ہوگا کہ سید صاحب کا وطن رائے بریلی تھا۔ مگر تلمذ کا شرف خاندان دہلی ہی سے حاصل تھا۔ سترہ سال کی عمر میں غالباً دہلی تشریف لائے۔

اور حضرت شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن مجید کا ترجمہ اور حدیث و تفسیر وغیرہ پڑھی۔ بائیس (۲۲) سال کی عمر میں حضرت شاہ عبد العزیز صاحب کے مقدس ہاتھ پر بیعت کی اور کچھ ہی عرصہ میں خلعت خلافت سے سرفراز کئے گئے اور وطن تشریف لے آئے۔

دوسری مرتبہ ۱۲۱۶ھ میں دہلی پہنچے تو حضرت شاہ عبد العزیز صاحب اور حضرت شاہ عبد القادر صاحب نے اپنے بجائے آن کو نقطۂ مطاع بنایا۔ اور سب سے پہلے اپنے پورے خاندان کو ان کے ہاتھ پر بیعت کرایا۔ چنانچہ حضرت مولانا شاہ محمد اسمٰعیل صاحب شہید، حضرت مولٰنا عبد الحی صاحب، مولٰنا وجیہ الدین صاحب حکیم مغیث الدین صاحب۔ مولٰنا محمد یوسف صاحب نبیرہ شاہ اہل اللہ صاحب۔ (برادر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب) وغیرہ ارباب حل و عقد کی جماعت نے مع اہل و عیال کے ان کے ہاتھ پر بیعت کی

اسکے بعد جملہ ارباب حل و عقد کی دو جماعت میں تقسیم ہوئی۔ ایک جماعت مرکز میں رہی۔ اور دوسری جماعت سید شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تمام اکناف ہند میں دورہ کیلئے نکلی۔ جس میں حضرت مولانا شاہ محمد اسمٰعیل صاحب شہید اور حضرت مولانا عبد الحی صاحب وزیر و نائب کی حیثیت رکھتے تھے۔ جس کا **انقلابی مقصد صرف اس فتوٰی کی تعمیل تھا۔** جو حضرت شاہ عبد العزیز صاحب نے ہندوستان کے دار الاسلام سے دار الحرب ہونے کا دیا تھا۔ مگر انقلابی رنگ میں تھا۔ جو اس دور کا اصول تھا۔

چنانچہ سید صاحب نے اکناف ہند کا دورہ ختم کرنے کے بعد بحیثیت امیر اور امام کے مفوضہ فریضہ کو انجام دینے میں مصروف ہوئے۔ جس کا حاصل ڈاکٹر ہنٹر کے الفاظ میں یہ تھا۔ کہ ان کی تبلیغ تھی کہ غیر اسلامی اقتدار کے ماتحت مسلمانوں کو زندگی گذارنے کی شرعاً اجازت نہیں۔ پھر اس سلسلہ میں عشر و زکوٰۃ کی بھی آپ نے تنظیم کی۔

عُشر و زکوٰۃ کی تنظیم و تحصیل

عشر و زکوٰۃ کی تنظیم و تحصیل کی روئداد پر بحث تو یہ حضرت سید شہید رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح حیات کا وظیفہ ہے۔ اس لئے اسکی تفصیل اسی میں مطالعہ کرنا چاہیئے۔ اس جگہ ہم محض اس مسئلہ کی اہمیت کے اعتبار سے اپنوں کی زبان سے نہیں غیروں کے قلم سے محض اس نشان دہی کے لئے ایک حوالہ نقل کرنا چاہتے ہیں۔ کہ قیام امارت اور نصب امیر کے بعد اسلامی فریضہ یہ ہے کہ عشر و زکوٰۃ کی رقم شرعاً امیر کو ادا کرنا چاہیئے۔ اور اسی کے نظم کے ماتحت اس کے مصارف میں اس کو خرچ کرنا چاہیئے۔ ڈاکٹر ہنٹر صاحب لکھتے ہیں:۔

> اسکی تحصیل عشر و زکوٰۃ کا طریقہ بہت سادہ اور مکمل تھا۔ اس نے مالگذاری کی حیثیت سے متعدد گاؤں۔ مجموعوں میں تقسیم کر دیئے تھے۔ ہر مجموعہ پر ایک خاص محصل مقرر تھا۔ یہ افسر اپنی جگہ پر ہر دیہات کے لئے ایک تحصیلدار مقرر رکھتا۔ آئی ہوئی رقموں کو وہ

جانچتا اور ضلع کے مرکز کو بھیج دیتا۔ قانوناً ہر دیہات کیلئے ایک محصل
مقرر تھا۔ لیکن جن دیہاتوں میں آبادی زیادہ ہوتی۔ وہاں
اس کام کے لیے ایک عملہ رکھنا پڑتا تھا۔ جن میں کچھ دین کے
سردار ہوتے تھے۔ جو نماز پڑھاتے تھے اور چندہ وصول کرتے
تھے۔ کچھ عام منتظم" دنیا کے سردار ہوتے تھے۔ جو دنیاوی امور
کا انتظام کرتے تھے۔ اور ایک افسر جو خطرناک خطوط اور منادات
کے پیغام پہنچاتے تھے۔

سید شہید رحمۃ اللہ علیہ جب تک حیات رہے۔ وقف انقلاب رہے
مگر مشیت الٰہی کا فیصلہ غلامی کے عذاب میں ہندوستان کو مبتلا کرنا تھا۔
تحریک کامیابی کے پروان نہ چڑھی اور سید شہید رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۳۱ء
میں بالاکوٹ کے علاقہ میں جہاد کرتے ہوئے اور ان ہی کے ساتھ ان کے
وزیر ان کے دست و بازو حضرت شاہ محمد اسمٰعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ
بھی شہید ہو گئے اور یہ شیرازہ بکھر گیا۔

انقلابی دور کا دوسرا امیر
شیخ العرب و العجم حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ

حضرت سید شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد گو اجتماعی شکل تو نہ رہی
لیکن اکناف ہند میں حضرت سید شہید کے دورہ کر کے خدمت دین اور جذبہ

حق کی جو روح مسلمانوں میں پھونک آئے تھے، اور جگہ جگہ پر اپنے خلفاء چھوڑ
آئے تھے۔ وہ اپنی اپنی جگہ پر انقلاب کی سعی میں سرگرم عمل تھے۔ اور اس
سلسلہ میں خصوصیت سے قابل ذکر مولانا ولایت علی صاحب اور مولانا
عنایت علی صاحب ہیں جو ہمارے پٹنہ کے رہنے والے تھے۔ جنہوں نے
اپنی زندگی کے آخری دم تک وہی کیا۔ جو سید شہید رحمۃ اللہ علیہ نے بطور اُسوہ
اُن کے سامنے پیش کیا تھا۔

لیکن پھر بھی قیام امارت اور نصب امیر کی اجتماعی شکل بروئے کار
نہ آئی۔ اور ملک میں انقلابی جرگہ کو اجتماعی شکل میں بروے کار نہ لاسکے۔
یہاں تک کہ ۱۸۵۷ء کے مشہور انقلاب کا وقت آپہنچا اور تمام اکناف
ہند میں انقلابی تحریک کی خفیہ مکمل تنظیم اور پوری تہیہ اور بحث و
تمحیص کے بعد ارباب حل وعقد نے شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ
صاحب قدس سرہ کو امام و امیر منتخب کیا۔ دار القضا کا قیام عمل میں آیا۔
اور اس کی خدمت حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے سپرد کی گئی۔ اور امیر عسکر
حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کو قرار دیا گیا۔ اور تھانہ بھون کو دار الاسلام
بنا کر انقلاب کے لئے عملی حیثیت سے اقدام کیا گیا۔ اور قصبہ شاملی ضلع مظفر نگر
کو فتح کر کے دار الاسلام میں ملحق کر لیا گیا۔

مگر انقلابی تحریک کے لئے جس ٹھوس مضبوط نظم و ضبط کی ضرورت
تھی۔ اس ہمہ گیر انقلابی تحریک میں جو بنگال، اور بہار، اودھ، پنجاب،
یوپی، سب کو محیط تھا۔ قابو نہ پائی جاسکی۔ اور رہا اِسے ضبط بعض صوبہ

میں ہاتھ سے نکل گیا۔ اور نظام میں ترتیب اور ہم آہنگی نہیں رہنے کی وجہ
سے انتشار پیدا ہو گیا۔ اور ناکامی سے ہمکنار ہونا پڑا۔ اور اس کا ردعمل بڑا
سخت ہوا کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کو ہندوستان سے ہجرت
کر جانا پڑا۔ گرفتاریاں شروع ہوئیں۔ سارا تھانہ بھون برباد کر دیا گیا۔
با اثر متمول خاندان تباہ کر دیا گیا۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب کو
گرفتار کیا گیا۔ اور آپ چھ ماہ قید و بند میں زندان خانہ کے مہمان
رہ کر رہا ہوئے۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب تین دن تک روپوش
رہنے کے بعد باہر نکل آئے تو وارنٹ آپ کے نام دیوبند اس وقت
پہنچا کہ آپ چھتہ کی مسجد میں ٹہل رہے تھے۔ انسپکٹر نے آپ ہی سے
پوچھا کہ "محمد قاسم کہاں ہیں" آپ اپنی جگہ سے چند قدم ہٹ کر پوری
طمانیت کے ساتھ فرمایا کہ "ابھی تو یہاں تھے"۔ انسپکٹر نے مسجد
دیکھی اور بھی ادھر ادھر دیکھا اور اس وقت چلا گیا۔ ابھی آپ کی
تفتیش جاری ہی تھی کہ معافی کا اعلان عام ہو گیا۔ اور اس طرح
قدرت الٰہی نے آپ کو بچا لیا۔ مگر اس انقلاب عظیم کے بعد حالات
انتہا درجہ ناسازگار ہو گئے۔ علماء خصوصیت کے ساتھ تباہ و برباد
کئے گئے۔ زبان و قلم پر جبروتی مہر لگا دی گئی اور اس جماعت کو اس قدر
دہشت زدہ بنا دیا گیا، کہ ان کے لئے مدرسہ کی چہار دیواری اور
مسجد کے گوشہ میں خاموشی کے ساتھ پناہ لینے کے سوا کوئی چارہ کار
نہ رہا اور پے در پے انقلابی تحریک کے ناکامی کے ردعمل کا نتیجہ یہ ہوا

کہ ملک میں ایسا ماحول پیدا ہو گیا کہ انقلابی تحریک کیلئے کوئی صورت باقی نہیں رہی۔ اور ۱۸۵۷ء کے بعد سے جدید دور کا آغاز ہوا اور آئینی طریقے اُجاگر ہونے لگے۔

پھر بھی علماء کا ایک طبقہ اس معاملہ میں فکرمند رہا، اور اس مقصد عظیم کی مبادیات کی تحصیل میں مشغول و منہمک رہا۔ کیونکہ اس کیلئے شرعی نقطہ نظر سے وہ معذور تھا، اور اس کی آزاد طبیعت جو ہنوز آئینی اصول و طریق کار کا خوگر نہیں تھی، اس کی سمجھ میں بجز انقلاب کے حصول مقصد کے لئے کوئی دوسری راہ آتی ہی نہیں تھی۔

انقلابی دور کا تیسرا امیر

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ کا یہ وہ زمانہ تھا جب آپ دارالعلوم دیوبند میں (جو سارے ہندوستان کا دینی مرکز تھا، اور اس وقت کے ہر دینی تحریک کا سرچشمہ تھا)، شیخ الحدیث تھے۔ اور جو لوگ واقعات کا صحیح علم رکھتے ہیں، وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ محض شیخ الحدیث ہی نہیں تھے بلکہ پیر بھی تھے، جن کے ہاتھ پر رشد و ہدایت ہی کی بیعت نہیں کی جاتی تھی بلکہ جہاد کی بھی۔ اور اس بیعت میں محض علماء ہی کی جماعت نہ تھی بلکہ آزاد خیال تعلیم یافتہ اصحاب کی جماعت بھی تھی۔

تیسری انقلابی تحریک کی نوعیت

اس موقع میں ہم صفائی کے ساتھ اس کے لکھنے اور اعتراف کرنے میں اپنے قلب کے اندر کوئی انقباض نہیں پاتے ہیں۔ کہ یہ تیسری تحریک نہ تو مظاہرہ کے ساتھ انقلابی رنگ میں تھی اور نہ مظاہرہ کے ساتھ آئینی رنگ میں تھی، اور نہ اس کے لئے ملک کے اندر انقلابی تحریک کی وہ ہمہ گیری پیش نظر تھی۔ جو اب سے پہلے دونوں تحریکوں میں بروئے کار لائی گئی تھی۔ اسی وجہ سے دنیا کو حضرت سید شہید رحمۃ اللہ علیہ۔ اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی امامت و امارت کا علم ہو سکا۔ اور حضرت شیخ الہند کی امامت و امارت کا علم بجز خاص خاص حریم راز کے باریاب ہونے والے حضرات کے دوسروں کو نہیں ہوا۔

حضرت سید شہید رحمۃ اللہ علیہ کی امارت کی نوعیت

حضرت سید شہید رحمۃ اللہ علیہ کی امامت و امارت کا مسئلہ گو ابتدا میں مخصوص ارباب حل وعقد کی مجلس میں ۱۲۳۱ھ میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب اور شاہ عبدالقادر صاحب کے حضور میں طے پایا تھا لیکن تمام اکناف ہند کے دورہ ختم کرنے کے بعد جب کہ مجاہدین کا پڑاؤ دریائے اباسین کے پر فضا مقام میں تھا سنہ ۱۲۴۲ھ میں پھر عمومی بیعت امامت ہوئی تھی جس کی باضابطہ اطلاع ہندوستان کے علماء کو دی گئی تھی۔ اور علماء ہند نے آپ کی امامت کو تسلیم کیا تھا سید شہید رحمۃ اللہ علیہ کی امامت کے متعلق سید احمد شہید مرحوم کہ

علما لشکر کا بالاتفاق فیصلہ ہوا۔ کہ سب سے زیادہ اور ضروری اور مقدم کام یہ ہے کہ اپنا امام مقرر کر لیا جائے۔ تاکہ اسکی قیادت و امامت میں شرعی جہاد ہو۔ محض بلوہ اور لوٹ مار نہ ہو۔ منظم جنگ ہو۔ مال غنیمت کی شرعی تقسیم ہو۔ احکام شریعت قوانین و حدود شرعیہ کا اجرا۔ قضاۃ و محتسبین کا تقرر و انتظام ہو۔ اور جو نافرمانی کرے۔ وہ باغی اور خارج از جماعت ہو۔ چنانچہ ۱۲ جمادی الاخر ۱۲۴۲ھ کو بالاتفاق سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت امامت و خلافت کر لی گئی۔ جمعہ کو آپ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ سرداریار محمد خاں۔ سلطان محمد خاں۔ پیر محمد خاں۔ حاکمان پشاور نے بذریعہ خطوط آپ کی امامت کو قبول کیا۔ ہندوستان میں اس کی اطلاع دی گئی۔ اور علماء ہندوستان نے آپ کی امامت کو تسلیم کر لیا۔

(سیرت سید احمد شہید صفحہ ۱)

سید شہید کا خط

بیعت کے بعد سید صاحب نے تمام علاقہ اور ہندوستان میں جو اطلاع نامے جاری کئے تھے۔ اس میں علاوہ ذکر بیعت امامت کے فضائل جہاد اور اسکی اہمیت اور ضرورت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ امامت سے جو حصہ متعلق ہے وہ بلفظہ حسب ذیل ہے۔

> اللہ کا شکر و احسان ہے۔ کہ اس نے اپنے فضل سے اس فقیر یعنی سید احمد کو پہلے اشارات غیبی اور الہامات بلاریبی سے اس منصب شریف کی بشارت دی۔ پھر مومنین صادقین۔ سادات۔ وعلماء عظام۔ مشائخ کرام۔ خوانین عالی مقام۔ اور خواص و عام کی ایک جماعت

کثیر کا دل مائل کر کے مجھ کو اس منصب شریف سے مشرف فرمایا۔
چنانچہ بروز پنجشنبہ بتاریخ ۱۲ رجادی الثانی ۱۲۴۲ھ مخلص مسلمانوں
کی ایک بڑی جماعت نے جس میں خادی خاں۔ اشرف خاں۔
فتح خاں۔ سعادت خاں۔ بہرام خاں۔ اور دوسرے علماء
و سادات و خوانین تھے۔ اس فقیر کے ہاتھ پر بیعت امامت کی۔
اور فقیر کو اپنا امام قرار دیا۔ اور اسکی امامت و ریاست کو تسلیم
کیا۔ اور اطاعت کا حلقہ اپنی گردنوں میں ڈالا۔ اور اسی مہینہ
کی ۱۹ تاریخ کو جو جمعہ کا دن تھا خطبہ میں فقیر کا نام داخل کیا۔
انشاء اللہ عنقریب اس سنت کی ادائیگی کی برکت سے مظفر و منصور
ہوں گے۔

اُن مسلمانوں کو بھی جو یہاں موجود نہیں لازم ہے۔ کہ جہاد کیلئے
اور کفر و فساد کو مٹانے کیلئے کمر ہمت باندھیں۔ اور اس فقیر کی
امامت کی بیعت اس کے نائبوں مثلاً سعادت مآب کمالات
انتساب اخوی اعزی شیخ صابر صاحب کے ہاتھ پر کریں۔ اور
پوری توجہ، دلچسپی اور بلند ہمتی سے جہاد میں مشغول ہوں۔ اور فقیر
کے نام کا خطبہ پڑھیں تاکہ کفار سے جنگ اور جمعہ و عیدین کی
نماز مشروع طریقہ پر ہوں۔ اور دنیا و آخرت میں ثمرات جلیلہ اور
اجور جزیلہ کے موجب ہوں۔

(سیرت سید احمد شہید صفحہ ۱۵۴)

علماء کی موتمر

ان اطلاع نامے کے جاری کرنے کے بعد سید صاحب نے علماء کی ایک مؤتمر طلب کیا جس میں علماء نے سید صاحب کی امامت ۔ وجوب طاعت کا ایک فتویٰ لکھا اور ایک عہد نامہ مرتب کیا "سیرت سید احمد شہیدؒ" کے الفاظ یہ ہیں :—

اس کے بعد سید صاحب نے قرب و جوار کے تمام اضلاع کے علماء کو پنجتار میں دعوت دی ۔ دو ہزار علماء اور دو ہزار طلبہ کے قریب شریک ہوئے ۔ آپ نے اشرف خاں ۔ اور خادی خاں ۔ کو بھی دعوت دی ۔ وہ بھی آئے ۔ جمعہ کی نماز کے بعد آپ نے ایک نہایت بلیغ اور مؤثر تقریر کی جس میں جہاد کی اہمیت و ضرورت ۔ پنجاب کی حالت ۔ اور علماء کے فرائض اس طرح بیان کئے ۔ کہ لوگوں پر ایک وجد سا طاری تھا بعض بالکل بیہوش تھے ۔ اور بعض رو رہے تھے ۔ خود آپ پر اتنی رقت طاری تھی کہ آنکھوں سے آنسو جاری تھے ۔ اور حمیت اسلامی کا دریا سینہ میں جوش مار رہا تھا ۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا ۔ کہ میں جاتا ہوں ۔ آپ مولٰنا محمد اسمٰعیل صاحب کی گفتگو سنیں مولٰنا نے شالوں سے خود ان کی زبان سے کہلوا دیا ۔ کہ بیشک امام کی مخالفت اللہ کی مخالفت ہے ۔ اس کے بعد مخالف کا

حکم پوچھا۔ اور کہا کہ فقہ کی فلاں فلاں کتابوں کے فلاں فلاں باب فلاں فلاں فصل میں دیکھو۔ وہ سب کتابیں علمار کے پاس اتفاقاً موجود تھیں۔ انھوں نے دیکھیں۔ سب نے اطاعت و فرمانبرداری کا عہد کیا۔ علمار نے عربی میں عہد نامہ لکھا۔ اور اپنی مہریں لگائیں۔ خوانین نے فارسی میں عہد نامہ لکھا۔ اور اپنی مہریں ثبت کیں۔ پھر شاہ صاحب نے علمار کو ایک استفتار لکھ کر دیا۔ جس میں عاصی اور باغی کے احکام پوچھے۔ انہوں نے اس کو مفصل و مدلل جواب لکھا۔ جن کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ سید صاحب کی امامت از روئے قوانین شرعیہ و تعامل ثابت و برحق ہے۔ آپ کی اطاعت فرض ہے۔

(سیرت سید احمد شہید صفحہ ۱۶۷)

حضرت حاجی صاحب کی امارت کی نوعیت

حضرت سید شہید رحمۃ اللہ علیہ کی امارت کی طرح شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کی امارت و امامت ابتدا ہی میں بغیر کسی اخفار حال کے ہوئی تھی۔ اس لئے ان دونوں امارت و امامت کا علم خصوصی اور عمومی طور پر ہونا۔ اور تاریخ کے صفحات پر آنا۔ لازمی امر تھا۔ جس کی مختصر تفصیل انقلابی دور کے دوسرے امیر کے بیان میں گزر چکی ہے۔

حضرت شیخ الہند کی امارت کی نوعیت

انقلابی دور کے ان دونوں اماموں سے جداگانہ تیسرے امام کی امارت و امامت کا حال یہ تھا۔ کہ حریم راز میں باریابی رکھنے والوں کی راز داری کا نقشہ یہ تھا۔ کہ صکیے باز دیدہ بر دوختہ۔ دگر باز را بال و پر سوختہ۔ مگر ان سارے جتن کے باوجود قدرت اپنا یہ فیصلہ کر چکی تھی۔ کہ انقلابی دور کے اس آخری امام و امیر کی خدمات کو حریم راز سے باہر کرے گی۔ اور اس نے اس کے لئے سب سے بہتر وثیقہ رولٹ کمیٹی کی رپورٹ کی شکل میں حکومت کی ذمہ داریوں کے ساتھ لکھوایا۔ اس لئے اب اس کا منظر عام پر لانا نہ تو رازداری کے خلاف ہوگا۔ اور نہ اب مجھکو قصوروار سمجھا جائے گا۔ بلکہ قدرت کے منشا کی تعمیل پر محمول کیا جائے گا۔

بہرحال حضرت شیخ الہند ایسے ماحول میں تھے کہ ۱۸۵۷ء کے انقلاب کی ناکامی کے بعد ہندوستان کے اندر انقلابی تحریک کی سکت اور صلاحیت مفقود پاتے تھے۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ ہندوستان اسلحہ سے نہتھا کر دیا گیا تھا۔ بندوق رائفل تو درکنار برچھی بلم وغیرہ کی بھی اجازت نہیں رہی تھی۔ اور دوسری ناکامیوں نے عام قلوب کو دہشت زدہ بنا رکھا تھا۔

ایسی صورت میں حضرت شیخ الہند کے انقلابی اسکیم کا اصلی مواد اندرون ملک سے باہر تھا۔ جس کے ثبوت کے لئے سب سے معتبر وثیقہ حکومت کا وہ

نوشتہ ہے۔ جس کو دنیا رولٹ کمیٹی رپورٹ کے نام سے جانتی اور پہچانتی ہے جس کے چند اقتباسات حسب ذیل ہیں۔

رولٹ کمیٹی رپورٹ کے اقتباسات

(۱) اگست ۱۹۱۶ء میں اس سازش کا انکشاف ہوا جو گورنمنٹ کے کاغذات میں ریشمی خطوط کی سازش کہلاتی ہے۔

یہ ایک تجویز تھی جو ہندوستان ہی میں تیار کی گئی تھی۔

اس کا مقصد یہ تھا۔ کہ شمال مغربی سرحد سے ایک حملہ ہو۔ ادھر ہندوستان کے مسلمان اٹھ کھڑے ہوں۔ اور سلطنت برطانیہ کو تباہ و برباد کر دیا جائے۔ اس تجویز پر عمل درآمد کرنے اور اس کو تقویت دینے کے لئے ایک شخص مولوی عبید اللہ نے اپنے تین رفقا رفتح محمد اور محمد علی کو ساتھ لے کر اگست ۱۹۱۵ء میں شمالی مغربی سرحد کو عبور کیا۔ عبید اللہ سکھ سے مسلمان ہوا ہے۔ اور صوبہ جات متحدہ کے ضلع سہارن پور میں مسلمانوں کے مذہبی مدرسہ دیوبند میں اس نے مولوی کی تعلیم پائی تھی، وہاں اس نے اپنے جنگی اور خلاف برطانیہ خیالات عملہ مدرسہ کے بعض لوگوں اور کچھ طلبہ کو متاثر کیا۔ اور سب سے بڑا جس پر اس نے اثر ڈالا۔ وہ مولانا محمود حسن تھا۔

رولٹ کمیٹی کے ارکان کا یہ آخری بیان کہ مولانا محمود حسن پر مولوی عبید اللہ نے اثر ڈالا۔ یہ واقعہ کے خلاف ہے۔ بلکہ واقعہ کی صحیح شکل یہ ہے جس کو

مولانا سندھی نے خود اپنے قلم سے لکھ کر پریس کو دیا ہے۔ جو الجمعیۃ وغیرہ میں شائع ہو چکا ہے۔ یعنی وہ شیخ الہند کے تابع تھے ۔۔۔ متبوع نہ تھے ۔

سنہ ۱۹۱۵ء میں شیخ الہند کے حکم سے کابل گیا ۔ مجھے کوئی مفصل پروگرام نہیں بتایا گیا۔ اس لئے میری طبیعت اس ہجرت کو پسند نہ کرتی تھی۔ لیکن تعمیل حکم کے لئے جانا ضروری تھا۔ خدا نے اپنے فضل سے نکلنے کا راستہ صاف کر دیا۔ اور میں افغانستان پہنچ گیا ۔

دہلی کی سیاسی جماعت کو میں نے بتایا کہ میرا کابل جانا طے ہو چکا ہے ۔ انہوں نے بھی اپنا نمائندہ بنا دیا۔ مگر کوئی معقول پروگرام وہ بھی نہ بتا سکے ۔

۔۔۔ کابل جا کر مجھے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الہند قدس سرہ جس جماعت کے نمائندہ تھے۔ اس کی پچاس سال کی محنتوں کا حاصل میرے سامنے غیر منظم شکل میں تعمیل حکم کے لئے تیار ہے ۔

(۲) عبید اسد اور اس کے دوست پہلے ہندوستانی مجنونان مذہبی کے پاس گئے ۔ اور اس کے بعد کابل پہنچے ۔ وہاں وہ ترکی جرمنی کے ممبروں سے ملے ۔ اور ان سے تبادلہ خیالات کیا۔ اور تھوڑے عرصہ کے بعد ان کا دیوبندی دوست، مولوی محمد میاں انصاری بھی آن ملا ۔ یہ آدمی مولانا محمود الحسن صاحب کے ساتھ

عرب گیا تھا۔ اور ۱۹۱۶ء میں وہ اعلان جہاد ساتھ لے کر آیا۔
جو حجاز کے ترکی فوجی حاکم "غالب پاشا" نے مولانا محمود الحسن کو دیا
تھا۔ اثنا راہ میں "محمد میاں" اس تحریر (جو غالب نامہ سے مشہور ہے)
کی نقلیں ہندوستان اور سرحدی قوموں میں تقسیم کرتا ہوا آیا۔
(۳) عبید اللہ اور اس کے ساتھی سازشی لوگوں نے ایک تجویز تیار کی تھی
کہ جب سلطنت کو مٹا دیا جائے تو ہندوستان میں ایک عارضی
حکومت قائم کی جائے۔
(۴) غالب پاشا جس نے "غالب نامہ" پر دستخط کئے تھے۔ آج کل جنگی
قیدی ہے۔ اور وہ اس امر کا اقبال کرتا ہے۔ کہ اس نے اس
کاغذ پر دستخط کئے تھے۔ جو محمود الحسن پارٹی نے اس کے روبرو پیش
کیا تھا اس کے ضروری حصہ کا ترجمہ یوں ہے۔

"ایشیا۔ یورپ۔ اور افریقہ کے مسلمان ہر قسم کے اسلحہ سے
آراستہ ہو کر خدا کی راہ میں جہاد کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔
خدائے قادر اور قیوم کا شکر ہے کہ ترکی فوج اور مجاہدین دشمنان
اسلام پر غالب آ گئے ہیں۔ اس لئے اے مسلمانو! اس ظالم عیسائی
حکومت پر حملہ کر دو جس کی قید میں تم پڑے ہو۔
بہت جلد عزم صمیم سے اپنی تمام کوششوں کو دشمن کے مار ڈالنے
کے لئے وقف کر دو۔ اور ان سے نفرت اور دشمنی ظاہر کرو۔
تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہئیے کہ مولوی محمود الحسن آفندی جو پہلے

ہندوستان کے مدرسہ دیوبند میں تھے۔ ہمارے پاس تشریف
لائے۔ اور ہم سے مشورہ لیا۔ ہم نے اس خیال میں ان کی تائید
کی اور انہیں ضروری ہدایات دے دی ہیں۔ اگر وہ تمہارے
پاس آئیں، تو تم ان پر اعتماد کرو۔ اور آدمی۔ روپئے اور ہر چیز سے
جو وہ طلب کریں اُن کی امداد کرو۔

یہ اقتباسات اتنے واضح ہیں کہ جنکی تشریح کی حاجت نہیں۔ میرا مقصد
ان کی نقل سے محض یہ ہے کہ یہ آخری انقلابی تحریک کا اصلی مواد ہندوستان
سے باہر تھا۔ اور اس انقلابی تحریک کے امام اور امیر حضرت شیخ الہند مولانا
محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے
مگر حضرت شیخ الہند کیلئے بھی اس تحریک میں مشیت الٰہی یہی تھی کہ کامیابی
نہ ہو۔ حالانکہ وہ اس سلسلہ میں گورنر مکہ معظمہ غالب پاشا سے ملنے کے بعد
مدینہ طیبہ میں انور پاشا اور جمال پاشا سے بھی مل چکے تھے۔ اور انور پاشا
کی ہدایت اور مشورہ کے مطابق یہ طے پایا تھا کہ اطراف بغداد سے بحری
راستہ سے روانہ ہو کر مکران ہوتے ہوئے حضرت شیخ آزاد قبائل میں پہنچیں
اور اپنے پہنچنے سے پہلے انور پاشا کا تحریر فرمودہ وثیقہ آزاد قبائل میں پہنچا دیں
مگر قبل اسکے کہ حضرت شیخ مکہ معظمہ سے روانہ ہوں، شریف حسین کے ہاتھوں عربوں
میں بغاوت ہوئی اور آپ گھر گئے اور مقرر کردہ اوقات پر روانہ نہ ہو سکے۔
بالآخر مشیت کے ہاتھوں مکہ معظمہ میں گرفتار کئے گئے۔ اور وہاں سے مصر روانہ
کر دئے گئے۔ اور پھر وہاں سے ۱۵ فروری ۱۹۱۷ء کو مالٹا روانہ کر دئے گئے۔

اور ۱۲ر فروری ۱۹۱۷ء کو وہ مالٹا میں لا کر قید کر لئے گئے ۔ انقلابی دور
کی تحریک کا یہاں پہنچکر ہمیشہ کیلئے خاتمہ ہو گیا۔

چار برس کی اسارت اور قید و بند کے بعد ۱۲ر مارچ ۱۹۲۰ء یوم جمعہ
کو حضرت شیخ الہند مالٹا سے سرکاری حفاظت میں روانہ کئے گئے۔ اور ۲۰ر جون
رمضان المبارک بمبئی پہنچے ۔ اس وقت معلوم ہوا کہ اب وہ آزاد ہیں۔

بمبئی میں چند دن قیام رہا۔ خلافت کمیٹی کے کارکنوں سے ملاقاتیں رہیں۔
ہندوستان کی سیاسی حالات سے واقفیت ہوئی ۔ اور آپ نے ہندوستان
کے ماحول کو یکسر بدلا ہوا پایا۔ ۲۵ر رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ کو دہلی
پہنچے۔ ڈاکٹر انصاری صاحب مرحوم کی کوٹھی پر قیام فرمایا۔

ڈاکٹر انصاری صاحب کی کوٹھی پر مولانا محمد علی۔ ڈاکٹر انصاری۔ حکیم
اجمل خاں مرحومین سے حالات حاضرہ پر گفتگو فرمائی ۔ اور آپ نے یہ ہدایت
فرمائی۔

آئینی اور پرامن تحریک میں ہندوستان کا لیڈر کسی ہندو کو ہونا
چاہیئے۔ تاکہ تحریک کا بار (جو اب تک ہر مرتبہ مسلمان ہی اٹھاتے رہے
(عبدالصمد رحمانی) بقدر حصہ اکثریت پر رہ سکے۔

اس کے بعد آپ دیوبند تشریف لے گئے ۔ صحت پر اثر مالٹا ہی میں پڑ چکا تھا۔
ہندوستان پہنچ کر اس نے دق کی شکل اختیار کر لیا۔ ۱۸ر ربیع الاول ۱۳۳۹ھ
مطابق ۳۰ر نومبر ۱۹۲۰ء کو اس جہان فانی سے دار باقی کو رحلت فرما گئے۔

۵ے علماء ہند کی شاندار ماضی ملخص صفحہ ۱۸۵ ج ۴ ۔

اور انقلابی دور کے آخری امام کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

ایک سوال کا جواب

اس جگہ قدرتی طور پر ایک مفکر دماغ میں یہ سوال پیدا ہوگا۔ کہ انقلابی دور کے آخری امام کے ذہن میں ہندوستان کے اندر "آئینی اور پُرامن تحریک" کا تصور کیونکر پیدا ہوا جسکی انقلابی زندگی کا ہر لمحہ اس فکرمندی میں گذرا تھا۔ کہ ہندوستان کے اندر انقلاب کا سیلاب ہندوستان کے باہر کے عالم اسلامی کی امداد سے لایا جائے۔ آخر یہ کن اثرات کا نتیجہ تھا؟

اس کا جواب تاریخ کے صفحات پر جو ملتا ہے۔ وہ نہایت اندوہناک ہے۔ کہ یہ نتیجہ یورپ کے مسموم نظریہ "قومیت کی تحریک" کا تھا۔ جس سے تمام عالم اسلامی مسموم ہو چکا تھا۔ اور انقلابی دور کے اس آخری امام کے کانوں نے بلا واسطہ عربوں سے "العرب للعربین" (عرب عربوں کے لئے ہے۔) کا نعرہ سنا تھا۔ اور آنکھوں نے اس کے پس منظر کا معائنہ کیا تھا۔ اور ترکی کو اتحادِ اسلامی کی بجائے اپنی پناہ اور سلامتی "تورانی قومیت" کی دعوت ہی میں سمجھنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ اور اس فیصلہ پر پہنچ کر انہوں نے وہ سب کچھ کیا۔ جس پر آج جدید ترکی کی بنیاد ہے۔

حاصل یہ کہ انقلابی دور کے اس آخری امام کا یہ فیصلہ اس حال میں ہوا تھا۔ کہ بصارت کے مشاہدہ کے ساتھ بصیرت نے عالم اسلامی کے مزاج کے فساد کی بنا پر یہ یقین دلا دیا تھا۔ اب موجودہ حالت میں جب تک کہ پھر اتحاد اسلامی کا

نظریہ اور تخیل بروے کار نہ آئے۔ اُس وقت تک ہم کو اپنے لئے جو کچھ سوچنا اور کرنا پڑے گا۔ وہ باہر سے آنکھ بند کرکے اپنے ہی مقتضائے حال کو پیش نظر رکھ کر کرنا پڑے گا۔

تفصیل سے قطع نظر کرکے عربوں اور ترکوں کی تحریک قومیت کے متعلق ہم چند اقتباس پر اس باب کو ختم کرتے ہیں۔ جس سے ہر شخص اس نتیجہ تک پہنچنے پر مجبور ہوگا۔ جس کا شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آخری فیصلہ میں اظہار فرمایا۔

عربوں اور ترکوں کی قومیت کی تحریک

اس سلسلہ میں مظاہرہ اور پوری تنظیم کے ساتھ عربوں کی قومیت کی تحریک کا وہ اعلان ہے جو "جمعیۃ وطنیہ عربیہ" نے (عرب نیشنل کمیٹی) ۱۸۹۵ء میں شایع کیا تھا۔ جس کا قیام پیرس میں زیر قیادت مصطفےٰ کامل پاشا مصری عمل میں آیا تھا۔ اس اعلان میں جمعیۃ کے مقاصد یہ تھے

اہل عرب .... اپنی قومی، تاریخی اور نسلی یکجہتی سے واقف ہو گئے ہیں۔ اور وہ حکومت عثمانیہ سے جدا ہو کر اپنی آزاد سلطنت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ یہ نئی عربی حکومت اپنی قدرتی حدود تک وسیع ہوگی۔ یعنی دجلہ و فرات کی وادیوں سے لے کر نہر سوئز تک اور بحیرہ روم سے لے کر بحیرہ عمان تک ایک عرب سلطان کی آزاد اور دستوری حکومت ہوگی الخ (عربوں کی قومی تحریک صفحہ ۲)

بیسویں صدی کے آغاز میں تحریک "ویلکم" لگی مختلف انجمنیں اور سیاسی جماعتیں قائم ہوئیں۔ بیروت میں داخلی آزادی کے حصول کیلئے ۸۴ ممبروں پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی گئی۔ نیز اسی غرض سے بیروت میں ایک "ریفارم کلب" کا قیام عمل میں آیا۔ ۱۹۰۲ء کے لگ بھگ پیرس میں ایک جمعیت کی بنیاد رکھی گئی۔ اس کی دعوت "عرب عربوں کیلئے" کے اصول پر تھی۔ ۱۸۹۵ء کی عرب نیشنل کمیٹی اور اسکے مقاصد بالکل متحد تھے۔ نجیب عاذوری اُن کا رہنما تھا۔ (عربوں کی قومی تحریک صفحہ ۲۱)

ترکوں کی "تورانی قومیت" کی تحریک کا اندازہ اس اقتباس سے کیجئے۔

امیر شکیب ارسلان مدظلہ اُن چند عرب لیڈروں میں تھے جنہوں نے عربوں کی عام بغاوت کے باوجود آخر دم تک ترکوں کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔

عربوں کی بغاوت پر ملامت کرنا۔ اتنا آسان نہیں۔ جتنا کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے۔ بغاوت کے گوناگون اسباب اور عوامل تھے۔ جو اندر اندر اپنا کام کر رہے تھے۔ اور جن سے مصر اور ہندوستان کے مسلمان تقریباً ناواقف ہیں۔ اور سب سے اہم سبب "تورانی سیاست" تھی۔ جس پر انجمن اتحاد و ترقی انقلاب کے بعد چلنا چاہتی تھی۔ حقیقت یہ ہے

کہ اس پالیسی کے باعث عربوں اور ترکوں کے درمیان منافرت کی خلیج وسیع ہوتی گئی۔ اور دونوں فریقوں نے اس سلسلہ میں افسوسناک غلطیاں کیں۔ اور یورپی خطرہ سے غافل ہو کر باہم دست بگریباں ہوگئے (عربوں کی قومی تحریک صفحہ ۳۲)

خالدہ ادیب خانم نے بھی اپنے لکچر میں جو جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں دیا تھا۔ اور وہ اب "ترکی میں مشرق و مغرب کی کشمکش" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ ترکوں کی قومیت کے اسباب پر بحث کرتے ہوئے اس کا اعتراف کیا ہے۔

اور ترک اس پر مجبور تھے۔ کہ وہ اپنی تنظیم ایک علیحدہ قوم کی حیثیت سے کریں۔ دوسری قوموں سے انہیں کوئی پرخاش نہ تھی (صفحہ ۹۱)

انقلابی تحریک کی قربانیوں کا نتیجہ

نتائج کے اعتبار سے انقلابی دور از اول تا آخر بظاہر ناکامیوں کا در مرقع ہے۔ اور علماء ملت کی قربانیوں کی حسرتناک داستان ہے۔ جس میں بجز ان کی بربادیوں کے۔ قید و بند کے۔ کوڑوں کی مار کے، سفاکانہ تعذیب جسمانی کے، خون کی چھینٹوں کے، بے رحمانہ سلوک کے۔ لیسے کے تختہ و کے اور دار کے تختوں کے اور عبور دریائے شور کے محسوسات کی جو گزرگاہ ہے کے لئے کوئی دوسری چیز لذت نگاہ نہیں ہے۔ مگر ایک مفکر کے لئے ا

عبرتناک اور دردانگیز سرگذشت میں وہ سب کچھ ہے جو ہر زمانہ میں امت
مسلمہ کی تاریخ میں روشن باب بن کر مشعل راہ بنی ہے۔ اور سب سے بڑی
چیز یہ کہ اس دردناک مرقع کے پیش نظر ہو جانے کے بعد ان اکابر کے متعلق
یہ سوء ظن کی راہ نہ رہی۔ کہ انہوں نے دار الاسلام کو دار الکفر بنتے دیکھا۔
اور بننے کے بعد اس کو خوشگواری کے ساتھ سہار لیا۔ اور اس فریضہ کی ادائگی
سے جو شرعاً کتاب و سنت کی روشنی میں ان پر قیام امارت اور نصب امیر واجب
تھا۔ اس سے منہ موڑ لیا۔ اور راحت کوشی اور تنعم کیشی، رخصت پسندی
یہودیانہ حیلہ سازی، اور عدم استطاعت و ناسازگاری ماحول کے بہانہ سے
اپنے نفس کو اور دنیا کو فریب دیا۔ کیونکہ انہوں نے عزیمت کے ساتھ اس
راہ میں وہ سب کچھ کیا، جو اس جماعت کے شایان شان تھا۔ اور اسی طرح
پامردی۔ جاں سپاری، للہیت اور فدائیت کے ساتھ کیا جو ان کا حق تھا۔
جس کی آج ہندوستان کی تاریخ میں دوسری نظیر نہیں ہے۔ اور اس کے
متعلق بجز اسکے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ یہ خدا کی وہ دین اور سعادت تھی
جو انہی کے حصہ کی تھی۔ اور انہی کے حصہ میں آئی۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر بوالہوس کے واسطے دار و رسن کہاں

لیکن اسی کے ساتھ یہ حقیقت بھی ناقابل فراموش ہے کہ انہی انقلابی
تحریک کی قربانیوں سے اس کفرزار ہند کے مایوس۔ مجبور و شکست خوردہ
مسلمانوں کے دماغوں میں "اسلامی سیاست" کا تصور اور صحیح شعور مرکوز ہو گیا۔

اور اسلامی سیاست اور امارت اور امیر کے الفاظ دل و دماغ سے نکل کر زبان پر آنے لگے۔ اور اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھکر عمل کی دنیا میں قیام امارت اور نصب امیر کی طرح کی بنیاد پڑ گئی۔ اور یہ اس زمانہ کے ماحول کے اعتبار سے سب سے بڑی چیز ہوئی، جس نے مسلمانوں کے لئے صحیح راہ کھول دی۔ اور آج یہ کہنا حقیقت واقعیہ کا اظہار کرنا ہے کہ ہمارا موجودہ حال ان ہی ماضی کی قربانیوں کا نتیجہ اور ثمرہ ہے، جس کو حقیقت شناس ضمیر سمجھ کر پکار اُٹھتا ہے کہ ؎

بنا کردند خوش رسمے بہ خاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند این عاشقانِ پاک طینت را

تاریخ امارت کا آئینی دور

تاریخ امارت کا آئینی دور کہاں سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے متعلق صاف اور واضح چیز یہ ہے کہ جس تاریخ کو انقلابی دور کی تحریک کی انتہا ہوئی تھی۔ دراصل اسی تاریخ سے آئینی دور کی ابتدا ہے اور ہم یہ بتا آئے ہیں، کہ انقلابی دور کے آخری امام حضرت مولانا محمود الحسن صاحب قدس سرہ کو ۱۱ فروری ۱۹۱۷ء کو مالٹا میں لاکر نظر بند کیا گیا تھا، جہاں پہنچ کر انقلابی دور کی تحریک کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا تھا۔

اس اجمال کی تفصیل مختصر لفظوں میں یہ ہے، کہ ۱۹۱۷ء میں ہندوستان سیاسی تداخل کے عجیب کشمکش میں مبتلا تھا۔ انقلابی تحریک کے جملہ ساطین

وارکان کچھ تو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رفیق سفر بن کر اور کچھ
آپ کی ہدایت کی روشنی میں آپ کے سفر سے پہلے ہندوستان چھوڑ چکے تھے۔
مولانا ابوالکلام آزاد۔ مولانا شوکت علی۔ مولانا محمد علی۔ مولانا حسرت موہانی
وغیرہم جیسی ذمہ دار ہستیاں جو ہندوستان میں تھیں، وہ حکومت کی نظر عنایت
سے حضرت شیخ الہند کی گرفتاری کی خبر سے پہلے نظر بند کی جا چکی تھیں یہ سوا
زمانہ میثاق لکھنؤ ۱۹۱۶ء حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب
دہلی کی اس تنبیہ کے باوجود کہ یہ میثاق مسلمانوں کی سیاسی موت ہے مسلم لیگ
کے ہاتھوں مسٹر جناح کی قیادت میں منظور کیا جا چکا تھا۔ اور مسلمان اپنی
اکثریت کے صوبہ میں بھی اقلیت میں آکر سیاسی وزن کھو چکے تھے۔ جس سے
سیاسی بصیرت رکھنے والے مفکر دماغ اپنی جگہ پر بے چین مضطرب تھے۔ اور
ابھی اس سے افاقہ بھی نہیں ہوا تھا کہ ۱۸ اگست ۱۹۱۷ء کو حکومت
خود اختیاری کا شاہی اعلان ہوا۔ اور اس نے آئینی فکر و نظر کا ایک نیا باب
کھول دیا لیکن مسلمانوں کی سیاست دینیہ کے نیچے بجائے علیہ دار اور ارباب
ہوش پر نیم خفیہ قسم کی جماعت اور حزب اللہ کے قیام کا خمار ستو زیادتی تھا۔ اور
اسی کو مسلمانوں کے درد کا صحیح مداوا سمجھتے تھے۔ اور آئینی طریق سے مسلمانوں
کی سیاست دینیہ کی طرف فکر مندی کی کوئی نگاہ کنکھیوں سے بھی دیکھنے کے
لئے تیار نہ تھی۔

اس دور کا مفکر اوّل

لیکن قدرت کی مجوبہ آفرینی کی یہ عجیب کار پردازی تھی کہ جس اہلی

حالات میں جبکہ ہندوستان سیاسی تداخل کی کشمکش میں مبتلا تھا۔ اور ہندوستان کے سیاسی افق میں نئے دَور کے ابھرنے والے آثار اجاگر ہو رہے تھے۔ قدرت صوبہ بہار کے ایک گوشہ میں ایک مفکر دماغ کی تربیت کر رہی تھی۔ جو خاموشی کے ساتھ انتہائی فکر و نظر اور تدبر و تعمق سے نئے پیدا ہونے والے حالات کے ان آثار کو جو سیاسی افق پر ابھر رہے تھے فکرمندی کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا۔ اور سوچ رہا تھا۔ کہ ان حالات میں اسلامی ہند کے لئے۔ ان کی دینی سیاست کے لئے' اسلامی حقوق و مفاد کی نگہداشت کے لئے۔ اور اسلام کے اجتماعی اصول و فروع اور اس کے احکام کو بروئے کار لانے کیلئے اور بقدر وسعت اس کے اجرا و تنفیذ کے مواقع پیدا کرنے کے لئے۔ ماحول کا مقتضا کیا ہے؟

اور وہ مفکر دماغ حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب کی ذات تھی۔

وہ حضرات جن کو مولانا کے ساتھ رہنے اور استفادہ کا شرف حاصل رہا ہے' وہ جانتے ہیں کہ ۱۹۱۷ء میں جبکہ مولانا عملاً انوار العلوم گیا میں درس و افتا کی پرسکون زندگی میں مشغول تھے۔ اور حالات کا فکرمندی سے مطالعہ کر رہے تھے۔ مسلمانوں کے میثاق لکھنؤ کی آئینی شکست سے نہایت دل گرفتہ اور مضطرب تھے۔ اور اس اضطراب میں افاقہ بھی نہیں ہوا تھا کہ ہندوستان میں یہ خبر پہنچی کہ انقلاب کے آخری امام حضرت مولانا محمود الحسن

صاحب قدس سرہ - شریف حسین کے ہاتھوں گرفتار ہو کر انگریزوں کے حوالہ کر دیئے گئے - اور ۱۲ فروری ۱۹۱۷ء کو مالٹا میں لا کر نظر بند کر دیئے گئے۔ اس خبر سے مولانا کے خرمن ضبط پر بجلی گر گئی - اور فکر و نظر کے پر سکون سمندر میں عمل کی تموج اور شورش پیدا ہو گئی - اور انقلاب کے آخری امام کی نظر بندی کے چند ہی مہینوں کے بعد ۱۹۱۷ء میں حالات کے اقتضاء نے (جن کی طرف ہم اشارہ کر چکے ہیں -) مجبور کر دیا کہ فکر و نظر کی خلوت گاہ سے نکل کر عمل کی پر شور دنیا میں اور سیاست کی پر خار وادی میں یکہ و تنہا عزیمت و استقلال اور ثبات و استقامت کی فوج لے کر ایسی حالت میں قدم رکھیں جبکہ مسلمانوں کی دین اور اسلام کے اصول و فروع اور اس کے احکام کو بروئے کار لانے اور اس کے اجرا اور تنفیذ کے موقع کے پیدا کرنے کا کوئی سر و سامان نہ تھا - اس وقت تک نہ تو جمعیتہ علماء ہند کا وجود عمل میں آیا تھا - اور نہ خلافت کمیٹی کی بنیاد رکھی گئی تھی - نہ آزادی کی تڑپ رکھنے والوں کی صحیح معنوں میں کوئی جماعت تھی، نہ آئینی طور پر دینی سیاست کی شیرازہ بندی کا کسی کو خیال تھا -

سیاست دینیہ کی پہلی آئینی جد و جہد

"سعی و عمل کے دو پہلو" کے عنوان کے ماتحت میں اس کی طرف اشارہ کر آیا ہوں کہ تحریک کی صورت انقلابی ہو یا آئینی - ڈھانچہ اور صورت کے تفاوت کے باوجود مقصد اور حقیقت کے اعتبار سے دونوں کی جوہری اور

معنوی حیثیت میں یکسانیت اور وحدت ہوتی ہے۔ مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحبؒ کے سامنے بھی مقصد کے لحاظ سے کوئی نئی چیز پیش نظر نہ تھی، بلکہ ان کا مقصد بھی وہی تھا جو انقلابی دور کے اماموں کا تھا۔ یعنی اسلامی حقوق و مفاد کی نگہداشت، اسلامی اصول و فروع اور اُس کے احکام کو بروے کار لانے۔ اور بقدر وسعت اس کے اجرا اور تنفیذ کے مواقع پیدا کرنے کا مسئلہ تھا۔ جس کی اجمالی تعبیر آئین اسلامی کے الفاظ میں قیام امارت شرعیہ یا "نصب امیر" ہے۔ لیکن گذشتہ دور میں اس کے حصول کا طریقہ انقلابی تھا، اور مولاناؒ کے نزدیک اس کے حصول کا طریقہ موجودہ دَور کے مخصوص حالات کے ماتحت آئینی تھا۔

اور چونکہ اس طریقہ کار میں سب سے پہلے ضرورت اس بات کی تھی کہ علماء کو، صوفیاء کو اور مقتدا حضرات کو (جن کو اسلامی تعبیر میں ارباب حل و عقد کہتے ہیں) یعنی موجودہ حالات میں ان اشخاص و افراد کو جو دینی سیاست اور دینی قیادت اور مسلمانوں کی جماعتی امور کے علمبردار تھے۔ اور جن کے پیچھے مسلمانوں کی جماعت تھی، مگر سب کے سب حالات زمانہ کی ناسازگاری سے ۱۸۵۷ء کے بعد سے انتشار کی حالت میں تھے۔ ان کو ایک نقطہ پر جمع کیا جائے۔ اور ان کی شیرازہ بندی کرکے جماعتی شکل دی جائے۔ کیونکہ اصول اجتماعات کے اعتبار سے تاریخی حوادث اور انقلابات کے ماتحت ملک کا یہ مزاج پیدا ہو چکا تھا کہ وہی آواز آواز ہے، جو موجودہ دور کے آئینی شکل میں بولی گئی ہو، یعنی جماعتی رنگ اور کمیٹی کی شکل اختیار کرکے وہ آواز اٹھائی

گئی ہو۔ ملک کے اندر کسی ایسی آواز کی قیمت باقی نہیں رہی تھی، جو منظم اور متشکل جماعت کی آواز کے ڈھانچہ میں نہ ہو۔ اور اس چیز کا ملک کے مزاج پر اتنا استیلائے عام ہوچکا تھا کہ ملک کی اجتماعی ضرورت ہو، یا کسی قوم یا فرقہ کا اجتماعی مفاد ہو۔ یا کسی شخص و فرد کا شخصی اور انفرادی حق ہو۔ جب تک اس کو آئینی دور کے طریقہ پر منظم اور متشکل صورت میں پیش نہ کیا جائے، اس آواز پر نہ حکومت کان دھرنے کو تیار ہوتی تھی، نہ ملک میں وہ لائق توجہ اور قابل اعتبار سمجھی جاتی تھی، اور ملک کے اس مزاج کا اثر موجودہ دور کی خصوصیات کے ماتحت اتنا عام ہوچکا تھا کہ ملک کا ہر طبقہ اس سے متاثر تھا۔ اس میں نہ تو ہندو مسلمان کی تفریق رہی تھی، نہ حکومت اور غیر حکومت کا امتیاز باقی رہا تھا۔

بہرحال اب وقت کا تقاضا یہ تھا کہ جو کچھ سوچا جائے آئینی شکل میں سوچا جائے۔ اور جو کچھ کیا جائے وہ آئینی شکل میں کیا جائے، اور جو جدوجہد بروئے کار لائی جائے، وہ آئینی شکل میں لائی جائے۔ اور اقدام و عمل کا جو قدم بھی اٹھایا جائے، وہ آئینی شکل میں اٹھایا جائے۔ اور قوم و ملک کے سامنے جو کچھ پیش کیا جائے، وہ آئینی شکل میں پیش کیا جائے۔ اور جو راہ عمل بھی اس کے لئے نکالی جائے، وہ آئینی شکل میں نکالی جائے۔ اور اپنے سر سے غیر شرعی آئین کا استیصال بھی آئینی ہی شکل میں کیا جائے۔ کیونکہ کام کرنے والے کے لئے کام کرنے کی کوئی دوسری راہ اس ماحول میں نہیں تھی۔ اس آئینی طریقہ کار کے اختیار میں غیر شرعی آئین کا اپنے اوپر اپنے اختیار سے لادنا اور گوارا کرنا نہ تھا۔ چنانچہ آئینی دور کے امام اور اس تیرہویں صدی کے مجدد حضرت مولانا

ابو المحاسن محمد سجاد صاحبؒ نے وقت کی صحیح نباضی کرکے "قیام امارت شرعیہ" اور "نصب امیر" کے شرعی اور دینی مسئلہ کو جو وقت کا سب سے اہم مسئلہ تھا۔ اور آئین اسلامی کی رو سے واجب اور ناگزیر فریضہ تھا، اسی آئینی طریقہ سے شروع کیا۔ جس کا مقصد مسلمانوں کی صحیح مذہبی تنظیم۔ اور ان کی اسلامی زندگی کی استواری۔ اسلامی حقوق و مفاد کی نگہداشت۔ اسلامی اصول و فروع اور اسکے احکام کو بروئے کار لانے اور بقدر وسعت اسکے اجراء اور تنفیذ کے مواقع پیدا کرنا تھا۔ اور نکاح و طلاق۔ میراث و خلع کے احکام کی صحیح شرعی صورت میں اقامت تھا۔ اور حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں "اقامت جمعہ و اعیاد۔ و النکاح من لا ولی من الصغار۔ و حفظ مال غائب و ایتام۔ و قسمت ترکات متنازع فیہا علی حسب السہام" کے فرائض کو انجام دینا تھا۔ تا آنکہ تمکین فی الارض کی کلید ہاتھ آجائے۔

اس سلسلہ میں مولاناؒ نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ مدرسہ انوار العلوم (گیا) جسکی بنیاد آپ نے ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۹۱۱ء میں رکھی تھی۔ اس کے سالانہ اجلاس کے نام سے ۳۰ صفر ۱۳۳۶ھ مطابق ۱۹۱۷ء ماہ اکتوبر میں علماء کو دعوت دی اور اس جلسہ میں علماء کی جمعیۃ کی "انجمن علمائے بہار" کے نام سے بنیاد رکھی۔ اور صوبہ کے ارباب حل و عقد کی ایک جمعیۃ کی شکل میں شیرازہ بندی کی۔ جس کی ضرورت کی طرف روئداد میں مولانا نے ان لفظوں میں اشارہ کیا ہے۔ کہ :-

۳۰ صفر ۱۳۳۶ھ بوقت شب مدرسہ انوار العلوم میں۔ ان
علماء بہار کا جو بتقریب جلسہ سالانہ مدرسہ انوار العلوم ؒگیا،
مجتمع تھے، ایک خاص اجتماع اس غرض سے ہوا کہ مسلمانوں کے
مذہبی وملی مصائب اور مشکلات حاضرہ کے اسباب اور ان
کے رفع کرنے کے ذرائع ورسائل پر غور کرے۔
جمعیۃ کی اغراض ومقاصد میں صرف دو چیز جامع رکھی گئی تھی۔ ایک دعوت
اسلامیہ اور دوسرے حفاظت حقوق ملیہ۔
اس کے بعد مولانا کے سامنے عمل کی پُرشور دنیا تھی، اور آپ ہمہ تن
اس کے لئے وقف تھے۔ درس وافتاء کی جگہ اب دینی سیاست کی گفتگو
تھی۔ علماء، صوفیاء، اور متقدر حضرات سے ملنا جلنا تھا۔ نئی راہ پر لگا کر
نئے طریق کار سے ان کو آشنا کرنا تھا۔ اس کی ضرورت اور ماحول کے
جدید اقتضاء کو سمجھانا تھا۔ پھر سب سے بڑی چیز یہ کہ ان کے دلوں میں
اس نئے ڈھنگ سے کام کرنے کی اہمیت کو جتلا کر ان کو قبول کرانا اور
اس کی لگن اور دھن ان میں پیدا کرنا تھا۔ اور ان کے دلوں میں
یہ راسخ کرنا تھا کہ اقامت دین، قوانین الٰہیہ کی سربلندی
نظام اسلامی کے قیام، اس کے اصول و فروع اور اس
کے احکام کے اجراء و تنفیذ کے لئے جدوجہد کی صورت
کتاب وسنت کی روشنی میں صرف قتال فی سبیل اللہ ہی نہیں ہے بلکہ
اس مقصد عظیم کے حصول کے لئے قتال فی سبیل اللہ، جہاد فی سبیل اللہ کی

ایک خاص شکل ہے۔ جو خاص حالات میں ایک آخری طریق عمل ہے۔ جبکہ اس کے سوا حصول مقصد کی کوئی اور راہ باقی نہ رہ گئی ہو۔ اور اصول و مواقع بھی اس کی مساعدت کیلئے آمادہ ہوں۔ ورنہ دین کی راہ میں اور سیاست اسلامیہ کو بروئے کار لانے میں، دین حق کے کلمہ حق کے اظہار و اعلاء میں، حاصل یہ کہ دعوت اسلامیہ اور حفاظت حقوق ملیہ میں جس وقت اور جس زمانہ میں احوال اور مواقع کے لحاظ سے جو طریق کار بھی اسلامی اصول کی روشنی میں اختیار کیا جائے اور اس کا لحاظ رکھا جائے کہ نصوص اور اصول اسلامی کے خلاف اور اس سے متصادم نہ ہو۔ وہ سب حقیقۃً جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اور اس راہ میں جو قدم بھی اٹھے گا اس کا خدا کے یہاں اجر ملے گا۔

مولانا علماء بہار کی جمعیت کی بنیاد کے بعد، جمعیۃ کے خود ہی مبلغ تھے خود ہی کلارک تھے، خود ہی سفیر تھے، خود ہی ناظم تھے، ان ہی کو تنہا سوچنا تھا۔ ان ہی کو ہر چیز کو آئینی شکل وصورت اور ڈھانچہ میں لانا تھا۔ پھر ان ہی کو اسکی ضرورت کو سمجھانا تھا۔ ان ہی کو اسکے برتنے کی صورت کو حل کرنا تھا، پھر بروئے کار لانے کے لئے اس کے مبادیات کو تیار کرنا تھا۔ پھر ان مبادات کے حصول کیلئے دوڑنا تھا۔ پھر علمائے کرام کو اس پر متفق کرنا تھا، اور متفق کرنا ہی نہیں بلکہ ساتھ لے کر چلنا تھا اور میدان عمل میں لاکر ان کے حسب حال ان سے کام لینا تھا، پھر ان کاموں میں مصارف و اخراجات کا جو ناقابل برداشت بار سر پر آجاتا ہے اُن کا برداشت کرنا تھا۔

درحقیقت ان ایام میں مولاناؒ کو فقط اسی کی ایک دھن تھی، اسی کی ایک لگن تھی۔ یہی اوڑھنا اور یہی بچھونا تھا۔ خلوت میں بھی اسی پر تبادلۂ خیال رہتا تھا۔ جلوت میں بھی موضوعِ سخن یہی رہتا تھا، اور مولانا کے خصوصیات میں سے ایک بڑی خصوصیت تھی کہ جب وہ کسی کام کو اختیار کرتے تھے، تو پھر اس سے چمٹ جاتے تھے۔ اور اس کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیتے تھے۔ اور اس وقت تک وہ چین نہیں لیتے تھے اور ان کو اطمینان و سکون نہیں ہوتا تھا جب تک وہ اپنے قوتِ فیصلہ کی بنا پر اس کی جانب سے مطمئن نہیں ہو جاتے تھے بالآخر مولاناؒ کی انتھک کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ مولانا علماء کو ایک جگہ مجتمع کرنے میں، ایک راہ پر لگانے میں، نئے ڈھب، نئے طریقے اختیار کرنے میں، ماحول کے مقتضیات اور مواقع و احوال کی مساعدت کے ساتھ کام کو بڑھانے میں اور اس کی اہمیت اور اس کی افادیت کو منوانے میں کامیاب ہو گئے۔ اور اسی سال شوال کے مہینہ میں علماء کی جمعیۃ کا پہلا اجلاس بہار شریف میں کیا۔ جس میں صوبہ کے پچاس علماء شریک ہوئے۔ جس میں صوفیا اور معتقد حضرات بھی تھے [illegible] تعداد کے بیان کرنے کی نہ یہاں گنجائش ہے، نہ خاص ضرورت۔ پھر بھی روداد کی چند سطریں بلفظہ یہ ہیں:—

انجمن علماء بہار کے پہلے اجلاس کی تاریخ ۵-۶ شوال ۱۳۳۶ھ مقرر کی گئی تھی، اخبارات میں کئی ہفتے پہلے سے اطلاع شائع ہو چکی تھی۔ پھر مطبوعہ خطوط اور اشتہارات کے ذریعے صوبہ بہار و اڑیسہ

کے علماء کرام کو شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔ قصبہ بہار میں اجلاس اول کے انعقاد کا انتظام کیا گیا تھا۔ مدرسہ عزیزیہ کے وسیع احاطہ میں شامیانہ نصب کیا گیا تھا۔ حاضرین کی نشست کے لئے شامیانہ کے نیچے تخت بچھائے گئے تھے۔ جو بالکل سادگی مگر خوبصورتی کے ساتھ فرش و فروش سے آراستہ کئے گئے تھے، متعدد کمرے اور ایک طویل و عریض ہال علماء کرام کے قیام و آرام کے لئے مخصوص کر دئے گئے تھے، حاضرین کی معقول تعداد سے ہر جگہ معمور ہو جایا کرتی تھی۔

مولانا کو اس پہلے ہی اجلاس میں علماء کو زمانہ اور ماحول کے مقتضیات پر غور کرنے میں اور دلچسپی لینے میں کہاں تک کامیابی حاصل ہوئی ذیل کی چند تجویزوں سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ اس اجلاس میں کل ۱۹ تجویزیں منظور کی گئی تھیں۔

اجلاس اول کی چند تجاویز

۱۔ انجمن علماء بہار بہ نہایت زور کے ساتھ اعلان کرتی ہے کہ بہار کا طبقہ علماء اپنے مناصب کا احساس کرتے ہوئے جمیع فرائض منصبی کے ادا کے لئے ہمہ تن آمادہ و تیار ہو جائیں۔ بالخصوص امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے قدرتی منصب پر بلا خوف و بلا لحاظ لومۃ لائم کھڑا ہو جائے۔ اور اظہار صداقت میں کسی خطرہ کی پروا نہ کرے۔

نمبر۲ یہ انجمن ایک قومی بیت المال کے قیام کی تحریک پیش کرتی ہے۔ جس کی آمدنی دوامی چندہ علما وغیر علما اور عام عطیات وغیرہ سے حاصل ہو اور تکمیل مقاصد انجمن علمار بہار اور دیگر مذہبی و قومی ضرورتوں میں صرف ہو۔

نمبر۳ یہ انجمن تجویز کرتی ہے کہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب کی پاک زندگانی ہمیشہ با امن اور بے لوث رہی ہے۔ ان کی نظر بندی سے علمار بہار کو سخت بے چینی ہے۔ اور حکومت ہند سے چاہتی ہے کہ ان کی آزادی سے تمام مسلمانوں کو مستفید ہونے کا موقع دیا جائے۔

نمبر۴ انجمن علمار بہار اعلان کرتی ہے کہ اضحیہ بقر شعائر اسلام وسنت نبویہ ہے، یہ ہمیشہ حسب دستور برقرار و جاری رہیگی اور مواضعات میں مخالفین اسلام کے دباؤ سے ترک اضحیہ بقر پر جو مصالحت کی گئی ہے وہ بالکل باطل اور ناجائز ہے اور ایسے عقد مصالحت کا نقض واجب ہے۔

نمبر۵ مولانا ابو الکلام، مسٹر محمد علی، مسٹر شوکت علی، و دیگر نظر بندان اسلام کی آزادگی کے بھی بجد ہم لوگ متمنی ہیں۔ اور اپنے سیاسی اور بالخصوص جدید اصلاحات ہند پر غور و فکر کرنے کے لئے ان کی آزادی کو بحد ضروری خیال کرتے ہیں۔

نمبر۶ یہ انجمن متولیان اوقاف صوبہ بہار سے جائداد موقوفہ کے وقف نامہ کی نقل طلب کرتی ہے، اور پھر متولیوں سے دریافت کرتی ہے کہ اس کا عمل درآمد ٹھیک ہے یا نہیں؟

ان چند تجاویز کی ہمہ گیری، اس کا لب و لہجہ، اس کا وزن معاملات
پر نظر، دین و سیاست کا کھلا کھلا امتزاج، اوقاف کی اصلاح، امر بالمعروف
و نہی عن المنکر کا خیال، بیت المال کا قیام، ایسے تمام مواد سے یہ اندازہ
کیا جا سکتا ہے کہ فکر و نظر کی خلوت گاہ میں مولانا ابو المحاسن محمد سجادؒ کا
مفکر دماغ کیا کچھ سوچ رہا تھا اور کس طرح قدرت نے اس نئے دور کے
اندر تجدیدی خدمات کے لئے تیار کیا تھا۔ نیز یہ کہ آئینی دور کا یہ امام کن جذبات
کو لے کر میدان عمل میں اترا تھا اور کیا تمنائیں تھیں جو اس کے پہلو میں
تڑپ رہی تھیں۔

ہر شخص پہلی نگاہ میں اتنا ضرور اندازہ کر لے گا کہ مولاناؒ کے سامنے
ابتدا ہی سے جس طرح دعوت حق، اظہار و اعلان اور اعلائے کلمۃ اللہ
رہا جو جمعیۃ کے اغراض کا پہلا جز ہے۔ اسی طرح مولانا کے سامنے ابتدا
ہی سے حفاظت حقوق ملیہ کا مسئلہ بھی تھا، جو جمعیۃ کا دوسرا جزء ہے۔
وہ جس طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے قیام اور اس کی ادائگی
کی دعوت دیتے ہیں، اسی طرح حقوق ملیہ کی حفاظت اور قربانی بقدر کے
ترک اور غلط مصالحت پر، ملامت بھی کرتے ہیں، اور اس کو باطل اور
ناجائز قرار دیتے ہیں۔ پھر ابتدا ہی سے ان کے پیش نظر یہ مسئلہ بھی تھا کہ
حقوق ملیہ اور مفاد دینیہ کے بروئے کار لانے کے لئے سب سے پہلی
چیز اس کے وسائل و مبادیات پر قابو پانا ہے، اس کے لئے بیت المال
کی بنیاد بھی رکھتے ہیں۔ اور راہ حق کے مجاہدین کی نظر بندی پر احتجاج بھی

کرتے ہیں۔

جمعیۃ علما ہند اور خلافت کمیٹی کا قیام

یہ پہلا اجلاس جو ۶ر شوال ۱۳۳۶ھ کو ہوا۔ یہ غالباً جون ۱۹۱۸ء میں تھا۔ جس کے چند مہینوں کے بعد ۱۹۱۸ء کے ماہ نومبر میں جنگ عظیم کی صلح کا اعلان ہوا۔ اور اس کے بعد ملک جن چیزوں سے دوچار رہا' وہ تاریخ کے ادنیٰ طالب العلم کو بھی معلوم ہے۔ کہ جنگ عمومی کے ختم ہونے پر۔ جو ہندوستانی مرکھپ ہندوستان واپس ہوئے تھے' ہندوستان پہنچتے ہی ان کو رولٹ ایکٹ کا انعام ملا' پھر جلیانوالہ باغ کا دردناک اور اندوہناک تاریخی واقعہ پیش آیا۔ مارشل لا جاری کیا گیا۔ گرفتاریاں ہوئیں اور وہ سب کچھ عمل میں آیا جو جنرل اوڈائر کی تاریخ میں سیاہ حرفوں میں لکھا ہوا ہے' جس کا لازمی نتیجہ اور قدرتی ردعمل یہ ہوا کہ ملک میں جفاکاری' سفاکی' خونریزی کے جواب میں آئینی مقابلہ کا جذبہ پیدا ہوا۔ اور ستیہ گرہ سبھا' اور خلافت کمیٹی اور جمعیۃ علمار کی بنیاد پڑی۔ اور مولانا سجاد صاحب کے آئینی انقلاب کا نظریہ کھل کر پوری طاقت سے بجائے خلوت کے جلوت میں مظاہرہ کے ساتھ رونما ہوا اور اب مولانا ہمہ تن اس کے لیے وقف ہو گئے۔ چنانچہ خلافت کمیٹی کی بنیاد کی پہلی اینٹ جو بمبئی میں رکھی گئی۔ اس میں حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحبؒ اور حضرت مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محل لکھنوؒ کا ہاتھ تھا۔

اس کے قیام کے بعد مولانا جب بمبئی سے واپس ہوئے تو ہندوستان میں جو دوسری خلافت کمیٹی قائم ہوئی وہ گیا میں مولانا کے ہاتھوں قائم ہوئی اور تیسری خلافت کمیٹی مولانا نے پھلواری شریف میں قائم کی۔

جمعیۃ علماء اور خلافت کمیٹی کا پہلا اجلاس عام ۲۴ر نومبر ۱۹۱۹ء کو امرتسر میں ہوا۔ اور پورے ایک سال کے بعد اس کا دوسرا اجلاس عام ۱۹-۲۰-۲۱- نومبر ۱۳۳۹ھ کو دہلی میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب قدس سرہٗ کی صدارت میں ہوا۔

اس ایک سال کی مدت تک جمعیۃ علماء ہند کیا کرتی اس کا مختصر جواب تو یہ ہے کہ اسی فریضہ کی انجام دہی اور انہیں مبادیات و مواقعات پر قابو پانے میں تگ و دو کرتی رہی۔ جن میں صوبہ بہار کے اندر حضرت مولانا محمد سجاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۳۰ صفر ۱۳۳۶ھ کو علماء کی جمعیۃ کے انعقاد کے بعد دس ماہ تک منہمک رہنے کے بعد ۶ر-۷ر شوال ۱۳۳۶ھ کو بہار شریف میں اجلاس عام کر سکے تھے۔ جمعیۃ علماء کی روئداد کے الفاظ یہ ہیں:-

جمعیۃ کا زیادہ وقت اجتماع علماء میں صرف کیا گیا۔ بچھڑوں کو ملانا روٹھے ہوؤں کو منانا۔ اس غرض کیلئے سفر کرنا۔ مکالمہ۔ مراسلہ مذاکرہ۔ غرض امکانی ذرائع استعمال کئے گئے۔ جب جمعیۃ علماء (ہند) ان موانع پر غالب آئی جو علماء کی مقدس جماعت کے ساتھ مخصوص ہیں۔ (روئداد بابت ۱۳۳۸-۱۳۳۹ھ)

اس تگ و دو کا نتیجہ یہ ہوا کہ دوسرا سالانہ اجلاس امید سے زیادہ کامیاب

ہوا۔ ہر صوبہ سے صرف علماء کرام پانچ سو سے زیادہ تعداد میں شریک ہوئے
اس دوسرے اجلاس کی کارروائی کے الفاظ یہ ہیں۔

جمعیۃ علماء ہند کا دوسرا سالانہ اجلاس ۷۔ ۸۔ ۹ ربیع الاول
۱۳۳۹ھ کو دہلی میں منعقد ہوا۔ اور خدا کے فضل وکرم سے حسب شان
وشوکت اور امن واطمینان سے ہوا۔ وہ دیکھنے والوں کے دل خوب
جانتے ہوں گے۔ ہندوستان۔ بنگال۔ سندھ۔ صوبہ سرحدی غرض
کہ ہر گوشۂ ملک کے نمائندے علماء کرام موجود تھے، پانسو سے زیادہ
صرف حضرات علماء شریک جلسہ ہوئے۔ الخ

(تجاویز اجلاس دویم)

مسئلہ امارت آئینی تحریک کی روشنی میں

جمعیتہ علماء ہند کا یہ دوسرا اجلاس آئینی حیثیت سے پہلا اجلاس
عام تھا جس میں اسلامی ہند کے ذمہ دار علماء اور ارباب حل وعقد جمع
تھے۔ اور در اصل صحیح معنوں میں یہی پہلا اجتماع تھا۔ جو تمام اسلامی ہند
کا نمائندہ اجتماع تھا۔ اور آئینی حیثیت سے یہ پہلا موقع تھا کہ آئینی طریقہ
پر پورے اسلامی ہند کے لئے امیر شریعت یا امیر الہند کا مسئلہ طے کیا جاتا۔
چنانچہ اس اجلاس کے موقع میں حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحب
نے مسئلہ امارت فی الھند کو ارباب حل وعقد کے سامنے رکھا۔ اور اس
فریضہ حیات کی طرف توجہ دلایا۔ جو آئین اسلامی کی رو سے ان پر

واجب تھا۔ اور سیاست دینیہ کا صحیح مداوا تھا۔ حضرت شیخ الہند نے (جو انقلابی تحریک کی ناکامی کے بعد تبدیلی ماحول کی وجہ سے پرامن آئینی تحریک کے متعلق آج سے بہت پہلے مالٹا سے دہلی پہنچنے پر ڈاکٹر انصاری مرحوم کی کوٹھی پر دیوبند جانے سے پہلے اپنے خیال کا اظہار فرما چکے تھے) اسلامی اور دینی سیاست کے اس صحیح مداوا کی سب سے پہلے حمایت کی۔

وہ لوگ جو اس اجلاس میں شریک تھے وہ جانتے ہیں۔ کہ اس وقت حضرت شیخ الہند ایسے ناساز تھے کہ حیات کے بالکل آخری دور سے گزر رہے تھے۔ نقل و حرکت کی طاقت نہ تھی۔ لیکن باوجود اس کے ان کو اصرار تھا کہ اس نمائندہ اجتماع میں جبکہ تمام اسلامی ہند کے ذمہ دار اور ارباب حل وعقد جمع ہیں۔ امیر الہند کا انتخاب کر لیا جائے۔ اور میری چارپائی کو اٹھا کر جلسہ گاہ میں لے جایا جائے۔ پہلا شخص میں ہوں گا۔ جو اس امیر کے ہاتھ پر بیعت کرے گا۔ مگر نزاکت حال کو دیکھ کر طبیب و ڈاکٹر اور خدام مخلصین کی اس وقت رائے ہوئی۔ کہ حضرت شیخ الہند کو اس وقت تکلیف نہ دی جائے۔ اور اس مسئلہ کو حضرت شیخ الہند کی صحت پر اٹھا کر رکھا جائے۔ تاکہ پورے اطمینان اور انشراح صدر کے ساتھ اس کو عمل میں لایا جائے۔ نجی طور پر صوبائی امارت پر بھی گفتگو ہوئی اور اس میں مضائقہ نہ سمجھا گیا۔ لیکن حضرت شیخ الہند کا وقت پورا ہو چکا تھا۔ آپ اس مرض سے جانبر نہ ہو سکے۔ اور جمعیۃ علماء ہند کے اس اجلاس کے ایک ہفتہ بعد ہی آپ اس دار فانی سے

رحلت فرما گئے۔ اسکے بعد جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس عام اور مجلس منتظمہ میں امارت فی الہند کا مسئلہ مختلف صورتوں میں آیا۔ مگر ایسے حوادثات اور واقعات پیش آتے رہے، جسکی وجہ سے عمل کا موقع نہ پیدا ہو سکا جسکی مختصر تاریخ حضرت نائب امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں یہ ہے۔

جمعیۃ علماء ہند اور امارت شرعیہ فی الہند

جمعیۃ علماء ہند نے ۱۹۲۱ء کے نومبر میں امارت شرعیہ فی الہند کی تجویز منظور کی۔ جو زیر صدارت حضرت مولانا ابو الکلام صاحب آزاد منعقد ہوا تھا۔ اور اس اجلاس میں امیر شریعت کے اصول منضبط کرکے اور بعض امور کی تشریحات کے لئے ایک مجلس بنائی گئی اور اسی اجلاس میں یہ بھی طے پایا کہ ایک ماہ بعد فوراً ایک دوسرا اجلاس اس مسودہ کی منظوری اور انتخاب امیر الہند کے لئے منتخب کیا جائے گا۔ جس ہفتہ میں اجلاس خصوصی تھا۔ وہی وقت حکومت کے جبر و استبداد کے کامل مظاہرے اور قوم کے دلیرانہ مقابلہ کا تھا۔ اور مولانا ابو الکلام صاحب آزاد اور دوسر علماء وغیرہ بھی گرفتار ہوئے۔ اور شاید دشمنان اسلام کی طرف سے جا بجا مختلف عنوانات سے یہ مشہور کیا گیا کہ اجلاس ملتوی ہو گیا۔ یہ بات بھی لگتی ہوئی تھی۔ کیونکہ خاص خاص مراکز میں گرفتاریاں عام تھیں۔ جن اراکین کے کانوں تک التوا کی غلط آواز پہنچی۔ انہوں نے قرائن پر قیاس کرکے صحیح سمجھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اتنے ارکان نہ پہنچ سکے۔ جن کی موجودگی میں

اجلاس منعقد ہو سکتا۔ مگر پھر بھی بعض حضرات علمار اکابر و بعض ارکان زعمائے ہند پہنچ گئے تھے۔ مثلاً مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب۔ مولوی ظہور احمد صاحب سکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ وغیرہ۔ آخر ان حضرات کا باہمی مشورہ ہوا۔ اور اس مجلس نے جو ترتیب مسودہ کیلئے مرتب ہوئی تھی۔ مسودہ مرتب کیا۔

بعدہ کچھ ایسے واقعات و حوادث پیش آئے کہ اس مسودہ پر مجلس منتظمہ کو غور کرنے کا موقع نہیں ملا۔ اس بنا پر جمعیۃ علمار ہند کے اجلاس اجمیر میں یہ غور کیا گیا کہ امارت شرعیہ ہند کے قیام میں بوجوہ متعدد تعویق ہے۔ اس لئے جب تک صوبہ دار امارت شرعیہ قائم کی جائے۔ اور اس لئے جمعیۃ علمار ہند نے صوبہ دار جمعیتوں کو مخاطب کرتے ہوئے ایک تجویز کے ذریعہ ان کو ہدایت کی کہ جلد از جلد صوبہ دار امارت شرعیہ قائم کریں۔ مگر اکثر صوبوں کے ناظمین جو اس دور میں اپنے صوبہ کے کاموں کے ذمہ دار تھے گرفتار کر لئے گئے۔ غالباً اس تجویز پر عمل نہ کر سکے۔

پھر فروری ۱۹۳۲ء میں بمقام دہلی جلسہ منتظمہ میں مسودہ فرائض و اختیارات امیر شریعت" اور "نظام نامہ امارت شرعیہ فی الہند" کو طبع کرا کر تمام ارکان انتظامیہ جمعیۃ علمار ہند اور دیگر اہل الرائے کی خدمت میں بھیجنے کی تجویز ہوئی۔ چنانچہ اس تجویز کے مطابق عمل بھی ہوا۔ یہ ہیں جمعیۃ علمار ہند کے مساعی جمیلہ جو اس نے ہندوستان کے اندر سب سے پہلے اجتماعی زندگی کے اصول کے قیام اور اجرائے نظام کے لئے آج تک انجام دیئے ہیں۔
(خطبہ صدارت مراد آباد ۱۹۳۱ء)

آئینی دور کا پہلا امیر

حضرت مولانا شاہ بدر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ربیع الاول ۱۳۳۹ھ کے اجلاس جمعیۃ علماء ہند دہلی میں جب حضرت شیخ الہند کی علالت اور ان کی نزاکت حال کی وجہ سے مسئلہ امارت فی الہند کا التوا رہ گیا۔ اور اس اجلاس میں امیر الہند کا انتخاب نہ ہو سکا اور اس کے ایک ہی ہفتہ کے بعد حضرت شیخ الہند کا انتقال بھی ہو گیا۔ تو حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحب نئی عزیمت لے کر دہلی سے واپس ہوئے۔ اور آپ کے اولو العزمانہ قوت فیصلہ نے آپ کے قلب میں اس ارادہ کو راسخ کر دیا۔ کہ علماء کی جمعیۃ کی طرح بغیر کسی انتظار و تعویق کے امارت کے مسئلہ کی بنیاد بھی پہلے صوبہ بہار ہی میں رکھی جائے۔ اور اس سب سے بڑے دینی مسئلہ اور اہم فریضہ میں بھی اسلامی ہند کے لئے صوبہ بہار ہی نمونہ بنے اور ریاست دینیہ کے اس نظریہ کو جو دار الحرب میں بقدر وسعت عمل میں لانا آئین اسلامی کی رو سے وقت کا سب سے زیادہ اہم اور وجوبی مسئلہ ہے۔ اس کے نظام کو عملی رنگ میں برت کر اسلامی ہند کے اقدام و عمل کے لئے راہ کھول دئے۔

چنانچہ مولانا نے اس سلسلہ میں علماء بہار سے انفرادی گفتگو اور

باہمی مشاورت کے بعد رجب ۱۳۳۹ھ میں جمعیۃ علماء بہار کی مجلس منتظمہ کا پھلواری شریف میں جلسہ طلب کیا۔ اور اس میں چند تجویزیں منظور کی گئیں جن کا حاصل یہ ہے۔

۱۳۳۹ھ (جمعیۃ علماء بہار کا) اجلاس سوم بمقام دربھنگہ منعقد ہو۔ اور اس اجلاس کی صدارت کے لئے مولانا ابوالکلام صاحب آزاد کو تکلیف دی جائے۔ اور مولانا عبدالحمید صاحب دربھنگہ (ناظم مدرسہ حمیدیہ) کی دعوت قبول کی جائے۔ کہ جمعیۃ بہار کا تیسرا اجلاس عام دربھنگہ میں ہو۔

۲۳-۲۴-شعبان ۱۳۳۹ھ مطابق ۲ و ۳ مئی ۱۹۲۱ء کو جمعیۃ علمائے بہار کا تیسرا اجلاس عام دربھنگہ میں منعقد ہوا۔ اور جناب مولانا مقبول احمد خاں صاحب صدر مجلس استقبالیہ اور دیگر ارکان مجلس استقبالیہ کی مساعی اور ان کے پرجوش اور مخلصانہ تگ و دو سے یہ اجلاس نہایت شاندار اور کامیاب ہوا۔ مولانا ابوالکلام صاحب آزاد چونکہ ناگہانی علالت کی وجہ سے تشریف نہ لا سکے۔ اس لئے باتفاق رائے اس اجلاس کی صدارت حضرت مولانا شاہ سید محمد محی الدین صاحب پھلواری نے فرمائی۔ اور اس اجلاس میں یہ تجویز بالاتفاق منظور کی گئی کہ

یہ جمعیۃ تجویز کرتی ہے کہ صوبہ بہار و اڑیسہ کے محکمہ شرعیہ کے لئے ایک عالم اور مقتدر شخص کا امیر ہونا انتخاب کیا جائے۔ جس کے ہاتھ تمام محاکم شرعیہ کی باگ ہو اور اس کا ہر حکم مطابق شریعت

ہر مسلمان کے لئے واجب العمل ہو۔ نیز تمام علماء و مشائخ اس کے ہاتھ پر خدمت و حفاظت اسلام کیلئے بیعت کریں۔ یہ بیعت سمع و طاعت ہوگی۔ جو بیعت سلسلہ طریقت کے علاوہ ایک ضروری اور اہم چیز ہے۔

یہ جمعیت متفقہ طور پر تجویز کرتی ہے کہ انتخاب امیر محکمہ شرعیہ کیلئے ایک خاص اجلاس علماء بہار کا بمقام پٹنہ وسط شوال میں منعقد کیا جائے۔

اس اجلاس کے بعد پٹنہ میں اجلاس خصوصی کے نظم کی داغ بیل ڈالدی گئی اور ایک مضبوط مجلس استقبالیہ کا قیام عمل میں آیا۔ حضرت مولانا سید شاہ حبیب الحق صاحب (سجادہ نشین خانقاہ عمادیہ منگل تالاب پٹنہ) صدر مجلس استقبالیہ اور جناب حکیم عبد الحی صاحب (پروفیسر طبیہ کالج پٹنہ) ناظم۔ اور مولانا اعتماد حسین صاحب (امام مسجد لودی کٹرہ پٹنہ) خازن منتخب ہوئے۔ اور اجلاس خصوصی کی صدارت کے لئے مولانا ابوالکلام صاحب آزاد کا نام منظور ہوا۔

مجلس استقبالیہ پورے انہماک کے ساتھ اپنے نظم میں مشغول ہوگئی۔ اس کے سامنے جماعتی زندگی کی ایک جدید دنیا تھی۔ جدید دور کا آغاز تھا۔ نئی نوعیت کا ولولۂ عمل تھا۔ جوش تھا۔ اخلاص تھا۔ امت اور جماعت کی بہتری کا والہانہ جذبہ تھا۔ جماعتی ابتری اور انتشار پر دل میں درد تھا۔ اسلامی اصول پر شرعی نظام کو بروئے کار لانے کا فریضہ پیش نظر تھا۔ اور ہر رکن اس راہ میں انتہائی شغف سے رضا کارانہ

طریق پر اپنی خدمت انجام دے رہا تھا۔

مگر اس کے ساتھ سنت اللہ کا یہ قدرتی اصول بھی کارفرما تھا۔ کہ ہمیشہ ہر نئی تحریک کیلئے ہر دور میں کچھ لوگ شک وشبہ کی نظر سے دیکھنے والے ضرور پیدا ہو گئے ہیں۔ یہاں بھی امیر اور اطاعت امیر کے مسئلہ کو اشتباہ کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔ اور سیاست وقیادت کے ٹھیکہ داروں کو خطرات کے دَل بادل نظر آنے لگے۔ اور ان مواقع پر ہوائے نفس کے اصلی جذبات پر پردہ پوشی کیلئے غلط طریقہ پر دین کو دین کی کتاب کو دین کے آئین کو جس طرح ہمیشہ استعمال کیا جاتا ہے اسی طرح امارت شرعیہ کے متعلق بھی بے مایہ اور بے وزن شبہات زبان پر آنے لگے۔ اس موقع پر مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب نے اس کی ضرورت محسوس کی کہ مسئلہ کی حقیقت کو صفائی کے ساتھ ملک اور اعیان ملک اور جملہ ارباب حل وعقد کے سامنے رکھ دیا جائے۔ اور آپ نے اس کے لئے اپنا وہ تاریخی **مکتوب** مرتب فرمایا۔ جو پورے صوبہ بہار میں تمام ذمہ دار حضرات کی خدمت میں طبع کرا کر بھیجا گیا اور ہر پہلو کو صفائی کے ساتھ ان پر واضح کر دیا گیا۔ یہ مکتوب اپنی افادیت کے لحاظ سے جتنا ضروری ۱۳۳۹ھ میں تھا۔ اتنا ہی ضروری آج بھی ہے۔ اس لئے ہم اس کو بلفظہ نقل کر دیتے ہیں۔

حضرت مولانا سجادؒ کا تاریخی مکتوب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دفتر جمعیۃ علماء بہار
مقام گیا۔
محررہ ۶ر شوال

محترمی! زاد مجدکم!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

جناب کو جمعیۃ علمائے بہار کے غیر معمولی اجلاس کی شرکت کی دعوت نہایت خلوص کے ساتھ دے رہا ہوں، اور جس اہم مقصد کی غرض سے خاص اجلاس قرار پایا ہے، میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس کے متعلق مختصراً شرعی حیثیت سے اپنے خیالات ظاہر کردوں۔ تاکہ کسی قسم کی غلط فہمی باقی نہ رہے۔ اور اس مسئلہ کے متعلق جس قدر شکوک و اوہام ہیں زائل ہو جائیں۔

جناب اس مسئلہ کی ضرورت و اہمیت سے یقیناً باخبر ہوں گے۔ کہ جب مسلمانوں کے بلاد پر کفاروں کا استیلاء و غلبہ ہو جائے تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ اپنے نظام شرعی کے قیام و بقا کے لئے مسلم والی (امیر محکمہ شرعیہ) منتخب کرلیں۔

تقریباً ڈیڑھ سو برس کا زمانہ گذرا کہ مسلمانان ہند پر یہ فرض عاید ہو گیا ہے۔ یعنی جب سے حکومت اسلامیہ کا زوال سرزمین ہند سے ہوا۔ لیکن غفلت و تساہل، باہمی تخالف یا عدم مساعدت اسباب کی وجہ سے مسلمانان ہند نے اس اہم فریضہ کی ادائیگی کی طرف توجہ نہیں کی۔ جس کا لازمی نتیجہ وہی ہوا جو ہونا تھا۔

کیا آج مسلمانان ہند کی زندگی باہمہ زہد و تقویٰ حقیقتاً ایک غیر شرعی اور جاہلیہ کی زندگی نہیں ہے؟

ہم نے شخصی اور اجتماعی زندگی و نیز ان کے احکام کی طرف کبھی توجہ نہیں کی۔ ان سب کی اہمیت کو کبھی مدنظر نہیں رکھا۔ ہم نے صرف ادا کاری فرائض شخصی بغیر تنظیم شرعی سعادت عظمیٰ سمجھا۔ اور باعث نجات جو ایک طرح پر رہبانیت ہے اور معتبر بجاہلیہ۔

اس اہم فریضہ کی ادائیگی میں ہم سے آج تک جو کوتاہی ہوئی ہے اس سے بری الذمہ ہونے کے لئے عنداللہ کوئی عذر معقول نہیں ہے۔ آپس کی جنگ و جدل، فروعی اختلافات کا ہونا۔ اور حضرت امام ابوحنیفہؒ۔ امام بخاریؒ یا حضرت عمر ابن الخطابؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے امثال و نظائر کا فقدان عذر غیر مقبول ہے اور مسقط وجوب نہیں کما لایخفیٰ کیونکہ اول الذکر شئے اختیاری اور خود ساختہ ہے۔ اور ثانی الذکر کے غیر معتبر ہونے کے لئے نظیر سلف موجود کہ امامت عظمیٰ کے شرائط میں بھی حسب ضرورت تنزل اختیار کیا گیا۔ مگر یہ صورت اختیار نہیں کیگئی۔

کہ بصورت فقدان جامع الشرائط اصل وجوب انعقاد امامت ساقط ہے ۔ پس جبکہ آج ہم لوگوں کو تنبہ ہوگیا ہے ۔ اور توفیق اللہ جل شانہ نے بھی مساعدت کی ہے ۔ تو اب اس فریضہ کی ادائیگی میں ادنیٰ تساہل بھی بدترین جرم ہے ۔ اور بالخصوص بہ نظر حالات موجودہ اور حوادث لاحقہ جو غالبًا بہت جلد ظہور پذیر ہوں ۔ اب اس کا موقع بھی باقی نہیں کہ کچھ اور تاخیر کی جائے ۔ بلکہ ہم پر واجب ہے کہ اس اہم امر کو فورًا انجام دیتے ہوئے اس تیزی سے قدم اُٹھائیں کہ برسوں کی مسافت مہینوں اور مہینوں کی دنوں، اور دنوں کی لمحوں میں طے پا جائے ۔ ورنہ یاد رکھیے کہ اگر خدانخواستہ آج بھی ہماری جماعت کے تنافس و تفاخر کا پہاڑ فروعی اختلافات کا خلیج اس راہ میں حائل ہوا تو سرزمین ہند میں جو آج ہماری حالت ہو رہی ہے اس سے بھی بدتر ہو جائے گی اور ہمارے علماء و مشائخ کی یہ محترم جماعت اپنے طرز عمل سے تمام دنیا پر ثابت کردے گی کہ ان میں کام کرنے کی صلاحیت نہیں ۔ اور پھر اس جماعت کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ اصلاح امت و وراثت انبیا کے دعووں سے ہمیشہ کے لئے دست بردار ہو جائے اور جرأت کرکے نہایت صفائی کے ساتھ اعلان عام کردے کہ ہم میں امت کی رہبری کی صلاحیت نہیں امت مسلمہ اپنا رہنما کسی اور کو تلاش کرے ۔

محترما! جناب کو معلوم ہے کہ امت کی ہدایت اور اس کی فلاح و بہبود کا خیال نظام شرعی کا قیام و بقا وغیرہ کی ساری ذمہ داریاں

عند اللہ کس جماعت پر عائد ہوتی ہیں؟ علماء کرام وذی علم مشائخ صوفیائے عظام اور صرف انہیں پر۔ کہ یہی حضرات قدرتاً اور من اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے قائد ہیں۔ رہنمائی کی تمام تر ذمہ داری انہیں حضرات کے سر ہے۔ یہی حضرات شرعاً ارباب حل وعقد ہیں۔ اس لئے اس اہم امر کا بحسن وخوبی انجام دینا بھی صرف انہیں کا کام ہے۔ اور اس کے لئے جس قدر بھی ایثار وقربانی کی ضرورت ہو اور مشکلات کا سامنا پڑے نہایت دلیری کے ساتھ برداشت کرنی چاہئے۔ اور میرے نزدیک تو یہ مسئلہ نہایت سہل الحصول ہے۔

صرف اپنے ذاتی اغراض اور شخصیت کو قربان کرنا ظنون فاسدہ واوہام کاسدہ کا دور کرنا کافی ہے۔ پھر خدا اور اپنے دین اسلام کیلئے ایک متحدہ مقصد میں متفق الخیال والعمل ہونا چاہئے۔

جو چیز ہمارے محترم علماء ومشائخ کو اس امر کی طرف اقدام کرنے سے روکتی ہے۔ اور جو باوجود اقرار وجوب وتحقیق ضرورت اس امر کے انجام دینے میں سخت متردد ومتفکر بنا دیتی ہے۔ اور مشکلات کا پہاڑ ان کے سامنے کھڑا کر دیتی ہے وہ صرف ایک غلط تخیل ہے۔ کہ امیر شریعت کے اختیارات غیر محدود ہوں گے۔ اتباع واطاعت کی کوئی حد نہ ہوگی امیر مطلق العنان ہوگا اور اس لئے امیر جس خیال ومشرب کا ہوگا اسی کے مطابق احکامات نافذ کرے گا۔ جسکی اتباع تمام لوگوں پر شرعاً واجب ہوگی۔ ورنہ بصورت عدم اتباع نقض بیعت ہوگی۔ جو بدترین

معصیت ہے ۔ اور اگر اپنی تحقیق کے خلاف اس صورت میں اتباع کیجائے۔ تو تدین کے خلاف یہی خطرات ہیں ۔ جو اس بارے میں اکثر حضرات کے دلوں میں گذرتے ہیں ۔

بیشک اگر امیر ایسا مطلق العنان ہو تو پھر ایک ذی علم اور متدین شخص کے یہ شبہات اپنے مقام پر بہت صحیح ہیں ۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ امیر کے اختیارات محدود ہوں گے ۔ وہ نہایت مدبر مصالح شریعت سے واقف ہو گا ۔ یعنی مسائل متفقہ منصوصہ کو نافذ کرے گا ۔

نمبر۲ مقاصد و وسائل اعلاء کلمۃ اللہ پر ہمیشہ نگاہ رکھے گا ۔ اور ان کے متعلق خصوصیت کے ساتھ احکامات نافذ کرتا رہے گا ۔

نمبر۳ وہ ایسے احکامات نافذ کرے گا جس سے بلا امتیاز فرق تمام امت مسلمہ کی فلاح و بہبود متصور ہو ۔

نمبر۴ فروعی و مختلف فیہ مسائل کے اجراء او تنفیذ کو اس سے کوئی تعلق نہ ہوگا ۔ کہ جن کی اجتماعی زندگی میں کوئی احتیاج نہیں ہے ۔

نمبر۵ مختلف فیہ مسائل کے بحث و تحقیق کو نہیں روکے گا ۔ لیکن جنگ و جدال اور فساد کو رفع کرنے کی ہمیشہ کوشش کرے گا ۔

نمبر۶ اس کا ہر عمل اور ہر خیال تمام فرق اسلامیہ کے لئے واجب الاتباع نہیں ہو گا ۔ جس عالم کی تحقیق امیر کی تحقیق کے خلاف ہو اور اس بناء پر اس مسئلہ خاص میں امیر کی اتباع نہ کرے تو کوئی حرج نہیں ۔ وہ عالم ہرگز مستحق طعن نہیں ۔ اور نہ اس کی بیعت ٹوٹ سکتی ہے ۔ کیا آپ کو معلوم نہیں

کہ کتنے مسائل ہیں جنہیں حضرت عبداللہ بن عمر حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے خلاف تھے کتنے جزئیات ہیں جن میں حضرت عبداللہ ابن مسعود حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے موافق نہ تھے، تو کیا آج تک کسی نے اس کو نقض بیعت سمجھا یا ان پر طعن کیا گیا۔ اور کیا اس فروعی مخالفت کی وجہ سے ان حضرات نے دوسرے اجتماعی احکامات میں امیر کی اتباع و انقیاد سے روگردانی کی؟ ہرگز نہیں
پس آج کس قدر ہماری بدنصیبی ہے کہ ہم ان مسائل کو جانتے ہیں، لیکن محض ظنون و اوہام کی بنا پر ایک اہم الواجبات کی ادائیگی میں پس و پیش کرتے ہیں۔

محترما! اگر ہمارا ایمان ہے ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین اور ہم اصلاح وحیات امت کی ذمہ داری اپنے سر سمجھتے ہیں تو پھر ہمیں اس فریضہ کی ادائیگی میں ہرگز پس و پیش نہ کرنا چاہیے۔ اور اپنی ذات و ایمان پر اعتماد رکھتے ہوئے توکلاً علی اللہ فوراً اس کام کو انجام دینا چاہیے۔

چنانچہ بعد غور و خوض بحمد اللہ جمعیت علماء بہار اس کی طرف سب سے پہلے متوجہ ہوئی۔ اور بتاریخ ۲۴ شعبان ۱۳۳۹ھ بمقام دربھنگہ جمعیت کے تیسرے سالانہ اجلاس میں اس مسئلہ کے متعلق مندرجہ ذیل تجویزیں بالاتفاق منظور ہوئیں۔

۱۔ یہ جمعیۃ تجویز کرتی ہے کہ صوبہ بہار و اڑیسہ کے محکمہ شرعیہ کے انتظام کے لئے ایک عالم مقتدر امیر کیا جائے۔ جس کے ہاتھ میں تمام محکمہ شرعیہ کی

باگ ہو۔ اور اس کا ہر حکم مطابق شریعت مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہو۔ نیز تمام علماء و مشائخ اس کے ہاتھ پر خدمت و حفاظت اسلام کے لئے بیعت کریں۔ (یہ بیعت سمع و طاعت ہوگی، جو بیعت سلسلۂ طریقت سے علیحدہ ایک ضروری و اہم چیز ہے) اور اس امیر کے ماتحت ہر ضلع میں ایک ایک نائب ہو تاکہ صوبہ کے تمام مسلمان اسلامی زندگی بسر کرسکیں۔ اور انتظام محکمہ شرعیہ مکمل ہو۔

۲۔ یہ جمعیت متفقہ طور پر تجویز کرتی ہے کہ انتخاب امیر محکمہ شرعیہ کیلئے ایک خاص اجلاس جمعیت علماء بہار کا بمقام پٹنہ وسط شوال میں منعقد کیا جائے۔

اور اسی لئے بتاریخ ۸۔ ۹۔ شوال المکرم ۱۳۳۹ھ روز شنبہ و یکشنبہ مطابق ۲۵۔ ۲۶۔ جون ۱۹۲۱ء بمقام پتھر کی مسجد پٹنہ حسب مشورہ ارکان جمعیۃ علماء بہار کا ایک غیر معمولی اجلاس ہونا قرار پایا ہے۔ جناب سے نہایت خصوصیت کے ساتھ گذارش ہے کہ وقت کی نزاکت اور ضرورت کی اہمیت کا خیال فرما کر ضرور بالضرور اس اجلاس میں شرکت کی تکلیف گوارا فرمائیں۔ اور دیگر علماء و مشائخ کو بھی ترغیب دیں۔

محترما! اس مسئلہ کے متعلق فطرتاً دو سوال پیدا ہوتے ہیں۔ جس کا جواب بھی دیدینا ضروری سمجھتا ہوں۔ اول یہ کہ ہندوستان کے تمام صوبوں میں صوبہ بہار ہی سب سے پہلے اس طرف کیوں قدم اٹھاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ مسئلہ اب تک کیوں نہیں طے ہوتا ہے۔ دوم یہ کہ جدید وقت میں اس

صوبہ کے امیر کے لئے کیا کیا شرائط ہونا چاہئے۔ انتخاب کن اصولوں پر ہوگا۔
امیر کا طریق کار کیا ہوگا۔

اول کا جواب یہ ہے کہ انسب تو یہی تھا کہ سب سے پہلے امیر الہند
کا انتخاب ہوتا۔ بعدہٗ امیر صوبہ کا تعین و تقرر۔ لیکن مسلمانان ہند کی
بدقسمتی کو کیا کہیے کہ وہ ابھی اصل مرکز کے بنانے کو تیار نہیں۔ ایسی صورت
میں سوائے اس کے چارہ نہیں کہ صوبہ وار امیروں کا انتخاب کر لیا جائے۔
کیونکہ ہندوستان کا تساہل ہمارے لئے عذر نہیں ہو سکتا۔ ہندوستان
کی معصیت ہمارے عصیان پر قائم رہنے کی حجت نہیں ہو سکتی۔ کیا جناب
کو معلوم نہیں یہ حکم مستقلاً ہر بلد پر عائد ہے۔ اور اس مسئلہ کو فقہائے
کرام نے صرف ملک ہی تک محدود نہیں رکھا ہے۔ غالباً آپ کو معلوم ہوگا
جس زمانہ میں جمعیت علمار بہار جن اغراض و مقاصد کو لے کر قائم ہوئی وہ
سرزمین ہند میں اس جہت سے پہلی جمعیت تھی۔ اس وقت علمار کرام
اقدام سے گھبراتے تھے۔ حتیٰ کہ خود ہمارے صوبہ کے بہتیرے علمار پس و
پیش میں مبتلا تھے۔ مگر آپ نے دیکھا کہ آپ کے اقدام و جرأت کا کیا نتیجہ
برآمد ہوا۔ کہ آخر اس تین سال میں انہیں مقاصد کو لے کر تقریباً تمام صوبوں
میں جمعیت علمار قائم ہو گئی۔ اور وہی فروعی اختلافات کا پہاڑ جو ہمیشہ
اس راہ میں حائل تھا کس طرح کافور ہو گیا۔ پس اس طرح بہت ممکن ہے
بلکہ ظن غالب ہے کہ صوبہ بہار میں اس کام کے انجام پانے کے بعد انشاء اللہ
تعالیٰ تمام صوبوں میں امیروں کا انتخاب جلد از جلد عمل میں آجائے گا۔

اور جس طرح جمعیت علماء ہند بعد میں قائم ہوئی' اور اسی طرح امیر الہند بھی آخر میں نہایت آسانی کے ساتھ منتخب ہو جائے گا۔

امر دوم کا جواب یہ ہے کہ چونکہ یہ کام شرعی اور سیاسی نقطۂ نظر سے انجام دینا ہے۔ اس لئے ہر پہلو کا لحاظ ضروری ہے پس اس قحط الرجال کے زمانہ میں اغراض و مقاصد شریعت کو مدنظر رکھ کر میرے نزدیک جن شرائط کے ساتھ امیر کا انتخاب ہونا چاہیئے وہ حسب ذیل ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ بھی پسند کریں گے۔

۱۔ عالم باعمل صاحب فتویٰ جس کا علمی حیثیت سے زمرۂ علماء میں ایک حد تک وقار و اثر ہو۔ تاکہ علماء کرام اس کے اقتدار کو تسلیم کریں۔ اور صاحب بصیرت ہو۔ تاکہ نہایت تدبیر کے ساتھ احکامات نافذ کرے۔

۲۔ مشائخ طریقت میں بھی صاحب وجاہت ہو اور اس کے حیطۂ اثر میں اپنے صوبہ کے مسلمانوں کی ایک معتد بہ جماعت اسی حیثیت سے موجود ہو تاکہ عوام و خواص اس کے اثر سے متاثر ہوں۔ اور تنظیم شرعی و اجتماعی قوت جلد سے جلد پیدا ہو سکے۔

۳۔ حق گوئی و حق بینی میں نہایت بیباک ہو۔ اور کسی مادی طاقت سے متاثر و مرعوب ہونے کا بظاہر اندیشہ نہ ہو۔

۴۔ مسائل حاضرہ میں بھی ایک حد تک صاحب بصیرت ہو اور تدبر کے ساتھ کام کر رہا ہو۔ تاکہ ہمارا کام بحسن و خوبی تیزی کے ساتھ آگے بڑھے

مرشد لاپروائی اور خودرائی کے مرض سے پاک ہو۔ میرے نزدیک اسی قدر شرائط موجودہ وقت میں مع لحاظ احکام شریعت بہت کافی ہیں۔ بلکہ وہ معیار ہے جس کی بنار پر صوبہ ہذا میں دو ہی ایک آدمی مل سکتے ہیں۔ ورنہ آپکو معلوم ہے کہ شرائط اجتہاد عرصہ مزید سے امام اور مفتی کے لئے بھی غیر ضروری قرار پا چکے ہیں۔ اب رہا **اصول انتخاب تو ظاہر ہے کہ یہ کام شرعاً ارباب حل و عقد کا ہے۔ جس کے مصداق علمار کرام و ذی علم مشائخ ہیں اور یہ حق شرعاً نہیں کو حاصل ہے۔ اس کے بعد عوام کا فرض انقیاد و اتباع ہے۔**

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ تمام صوبہ کے ہر عالم اور ہر شیخ طریقت کا وقت انتخاب موجود رہنا یا کل کا انتخاب کرنا بھی ضروری نہیں۔ خلیفہ اول کا انتخاب آپ کے پیش نظر ہے۔ کہ بغیر موجودگی تمام ارباب حل و عقد انتخاب عمل میں آیا اور اس کی صحت پر اجماع ہوا۔ بلکہ تمام اہل مدینہ اور بلاد اسلامیہ میں انتخاب کئے جانے کا اعلان بھی نہیں ہوا تھا۔ پس جمعیت کے اعلان عام و دعوت خاص کے بعد جس قدر بھی علمار و مشائخ تاریخ مقررہ پر مجتمع ہو کر انتخاب فرما لیں گے۔ شرعاً وہ بالکل درست ہوگا۔ اور بقیہ حضرات پر تسلیم و انقیاد واجب۔ طریق کار امر یہ ہوگا کہ چیدہ چیدہ علمار کی ایک **مجلس شوریٰ ہوگی۔ جن سے** مشاورت کے بعد بنا اصول شریعت امیر فیصلہ کرے گا۔

احکامات جاری و نافذ کرے گا۔ جن کی نظیریں قرون اولیٰ
کے اندر موجود ہیں۔

محترما! اب آخر میں مکرر جناب سے گذارش ہے کہ ان جمیع معروضات
کو غور سے مطالعہ فرمائیے۔ . . . .

اگر آپ کو اس سے اتفاق ہو تو اسی معیار کے مطابق ہمارے صوبہ میں سے جن
حضرات کو آپ اہل سمجھتے ہوں اور بہتر سمجھتے ہوں مہربانی فرما کر ان سے
بھی استمزاج کر کے آپ تشریف لائیں۔ اور اس معیار کے علاوہ
اس سے کوئی بہتر معیار نظر بہ حالات حاضرہ باصول شریعت جناب
کے خیال میں آئے تو ۳۰ر شوال المعظم ۱۳۳۹ھ تک مجھکو مطلع فرمائیں
وما توفیقی الا باللہ وعلیہ توکلت والیہ انیب۔ فقط
والسلام مع الاکرام

الملتمس
خادمکم ابو المحاسن محمد سجاد کان اللہ لہٗ
ناظم جمعیۃ علماء بہار

مولانا کا یہ مکتوب صاعقۂ حق تھا۔ کہ جس نے شبہات کے خرمن کو جلادیا۔
اعلاء کلمۃ الحق تھا۔ جس نے خشیت رکھنے والے دلوں کو کپکپا دیا پیرانہ
صدائے حق کے اسوۂ حسنہ کی اتباع تھی جس میں [illegible] کے ساتھ بلاخوف
لومۃ لائم علماء اور صوفیا اور تمام ذمہ داروں کو متنبہ کر دیا۔ اور پوری
جرأت کے ساتھ ان کے سامنے ان کے تغافل۔ ان کے تساہل۔ ان کی

غیر شرعی زندگی کو پیش کرکے فکر و نظر کا فتح باب نہیں، بلکہ پوری طرح پر ان پر اتمام حجت کر دیا۔ اور ان کے سامنے قرآن کی یہ راہ کھول کر رکھ دیا کہ

لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ	جو ہلاکت میں پڑے وہ سوجھ بوجھ سے
عَنْ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰي	ہلاکت میں پڑے اور جو زندگی کی راہ پر
مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ	لگے سوجھ بوجھ کر زندگی کی راہ اختیار
(انفال۔ ع۔ ۱۰)	کرے۔

مولانا کا یہ خط ۲ شوال ۱۳۳۹ھ دفتر جمعیۃ علماء گیا سے شائع ہوا تھا۔ اور اس دعوتِ حق کو صوبہ کے تمام ذمہ دار بزرگوار کے پاس بھیجا گیا تھا۔ لیکن اس دعوت حقہ کی سب سے پہلی حمایت مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحب کی اُس مقدس ذات نے کی جس نے جمعیۃ علماء بہار کے قیام کے وقت بھی سب سے پہلے مقاصد میں مولانا کی حمایت و اعانت کی تھی۔ وہ مجدد علم و عرفان حضرت مولانا سید محمد علی صاحب مونگیری قدس اللہ سرہ کی ذات گرامی تھی مولانا کا خط جب مونگیر پہنچا۔ اور آپ کو پڑھکر سنایا گیا۔ تو آپ بیتاب ہو گئے۔ اور فوراً اپنے نواسہ حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب رحمانی کو طلب فرمایا۔ اور جواب لکھوایا۔ اور اپنے دست خاص سے باوجود ضعف نقاہت کے دستخط فرمائے۔ جو دفتر امارت شرعیہ میں محفوظ ہے۔ حضرت کے مکتوب گرامی کے الفاظ یہ ہیں۔

حضرت مولانا محمد علی صاحب قدس سرہ کا مکتوب گرامی

بسم اللہ تعالےٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا مطبوعہ خط اور اشتہار پہنچا۔ آپ کی حمیت اسلامی اور علو ہمتی اور دینی مستعدی سے نہایت مسرت ہوئی۔ آپ کی باتیں تو طبیعت کو ایسی بھاتی ہیں کہ جن سے دل بے چین ہو گیا۔ مگر میری حالت نے ایسا مجبور کر رکھا ہے۔ کہ اب میں کسی کام کا نہیں ہوں۔ ضعف کے سوا کچھ حالت قلبی ایسی ہے جس نے بالکل بے کار کر دیا ہے۔ جنون کی سی کیفیت ہے۔ اب بجز اس کے کہ قلب میں اس حالت کو دیکھ کر درد ہو اور بیقراری ہو۔ اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے مقاصد میں کامیاب فرمائے۔ آمین۔

انشاء اللہ تعالیٰ جلسہ کے وقت اپنے نواسہ کو بھیجدوں گا۔ اور تو کوئی میرے پاس نہیں ہے۔ میرے ذہن میں کچھ باتیں آتی ہیں۔ مگر قائم نہیں رہتیں نکل جاتی ہیں۔ ان لئے میں اس وقت اس کے متعلق کچھ نہیں لکھتا۔ اگر آپ آجائیں تو اس وقت زبانی گفتگو ہو جائے۔

والسلام

محمد علی

۱۱ر شوال ۱۳۴۹ھ

(از خانقاہ رحمانیہ مونگیر)

اس سلسلہ میں دوسرا ذمہ دارانہ خط جو مولانا کو موصول ہوا وہ جامع الفیوض ذالبرکات

حضرت مولانا شاہ محمد بدرالدین صاحب پھلواری قدس سرہ کا تھا۔ جو آپ نے اپنے دست خاص سے لکھا تھا۔ اور دفتر امارت شرعیہ میں وہ محفوظ ہے۔ ان دونوں بزرگوں کی حمایت اور مکتوب حضرت مولانا کے مشن کی کامیابی کیلئے ایسے نیک فال تھے کہ ان کے اس دینی اور ملی تحریک کے افق پر یہ دونوں مکتوب چاند و سورج بن کر چمکے جس نے ہر طرح کی غلط فہمیوں کی ظلمت کو اجالا کر دیا۔ اور اس کی تنویر و روشنی میں ہر شخص صحیح راہ پر لگ گیا۔ وہ لوگ جو اب تک اندھیرے میں تھے۔ اور اپنے لئے قائد و سائق کی جستجو میں تھے۔ ان دونوں بزرگوں کی قیادت میں دوڑ پڑے۔ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کا یہ خط اجلاس سے ایک دن پہلے ۷ر شوال کا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

حضرت مولانا شاہ محمد بدرالدین صاحب قدس سرہ کا مکتوب گرامی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامی ملت جناب مولوی محمد سجاد صاحب دام اکرامکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ میں جمعیۃ علماء بہار کے اس جلسہ میں حاضر ہونے سے معذور ہوں۔ اور اس تحریر کے ذریعہ سے اپنی رائے ظاہر کر دیتا ہوں۔ محکمۂ شرعیہ امیر کیلئے میری رائے میں جو پانچ صفات پہلی بتائی گئی ہیں۔ بہت مناسب ہیں۔

اس صوبہ بہار میں ان صفات سے موصوف اس وقت جناب مولٰنا شاہ محمد علی صاحب رحمانی کے سوا دوسرے کسی کو میں نہیں پاتا۔

اس لئے میری رائے ہے کہ اس منصب پر وہی مقرر کئے جائیں۔

اگر علالت مزاج کے عذر سے وہ تشریف نہ لائے ہوں۔ تو ان کا موجود رہنا اس جلسہ میں ضروری نہیں۔ ان کے منتخب ہو جانے کے بعد کوئی شخص ان کی نیابت کرے۔ اور حاضرین سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں ان کی اطاعت کا اقرار لے لے۔ اور تہذیب اخلاق کے متعلق ان کے نصائح کو بقدر وسعت ان لینے کا اقرار لے تو یہ کافی ہے۔

اور اگر علماء اور مشائخ حاضرین مختلف کئی لوگوں کا نام لیں تو اختلاف کی حالت میں جس کو اکثر لوگ منتخب کریں، میں اکثر کی رائے کو قبول کرونگا۔

والسلام محمد بدرالدین پھلواری

۱۷ شوال جمعہ ۱۳۳۹ھ

جمعیۃ علماء بہار کا اجلاس خصوصی

اور

قیام امارت کی کارروائی

۱۸ شوال ۱۳۳۹ھ کو حسب اعلان ۸ بجے صبح کو بمقام پٹنہ محلہ پتھر کی مسجد میں جمعیۃ علماء بہار کے اجلاس خصوصی کا پہلا اجلاس مولانا ابوالکلام آزاد صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جس میں ایک سو

سے زیادہ صرف صوبہ بہار کے علماء بحیثیت نمائندہ شریک ہوئے۔
بیرون صوبہ کے شرکاء میں حضرت مولانا ابو الکلام آزاد۔ مولانا آزاد
سبحانی اور مولانا سبحان اللہ خاں صاحب کی شرکت قابل ذکر ہے۔
عام شرکاء اجلاس کی تعداد ۴ ہزار سے کسی طرح کم نہ تھی۔ جس میں چار پانچ سو علماء شریک تھے۔

سب سے پہلے تلاوت قرآن مجید کے بعد مجلس استقبالیہ کے صدر
حضرت مولانا سید شاہ حافظ حبیب الحق صاحب سجادہ نشین خانقاہ
عمادیہ منگل تالاب نے اپنا خطبۂ صدارت پڑھا۔ اور نہایت مؤثر
اور درد بھرے الفاظ میں انگریزی دور حکومت کے اثرات قبیحہ کو بیان
کر کے وقت کے اُن ضروری فریضہ کی طرف ان الفاظ میں رہنمائی فرمائی۔

خطبہ صدارت مجلس استقبالیہ

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ کہ یکایک رحمتِ خدا موجزن ہوئی۔
اور اپنے گنہگار بندوں کی طرف مخاطب ہو کر لا تقنطوا من رحمۃ اللہ
کی صدا دی۔ سب سے پہلے اسی صوبہ کے علماء چونکے، غفلت سے ہوشیار
ہوئے۔ فوراً جمعیۃ علماء کی بنیاد ڈالی۔ بکھرے ہوئے شیرازہ کا استحکام
شروع کیا۔ ہماری اصلاح کی طرف مخاطب ہوئے۔ حالات موجودہ پر
غور و فکر کر کے تدبیریں نکالیں۔

اسی طرح اب اس امیر شریعت کے لئے بھی سب سے پہلے ہی

صوبہ آگے قدم بڑھاتا ہے۔ خدا اسے کامیاب کرے۔ اور ساتھ ہی ساتھ تمام صوبہ ہند کے اس ارادہ پر قائم ہو کر پہلے امیر صوبہ بنائیں، اور یہ امرار ملکر امیر الہند کا انتخاب کریں۔

حضرات! اس زمانہ موجودہ میں جس وقت کہ تمامی اقتدار آپ کے ملیامیٹ ہو گئے۔ ہر جگہ سے نکالنے کی فکر ہے۔ بغداد لیا۔ نجف اشرف لیا۔ بیت المقدس لیا۔ قسطنطنیہ کو محصور کیا۔ مکہ معظمہ کو تباہ کیا۔ مدینہ منورہ کو برباد کیا۔ انگورہ پر چڑھائی کا قصد ہے۔ خلافت تنزل میں آگئی۔ تو اب بتائیے ہم کیا کریں۔ اس زندگی سے تو بدرجہا موت بہتر ہے۔

کیا وہ خدا جس نے اصحاب فیل کو تباہ کیا، نمرود و فرعون کو نار جہیم دکھایا ہلوگوں کو اس قعر مذلت سے نکال کر کرسی اعزاز پر نہیں پہنچا سکتا ہے ضرور پہنچا سکتا ہے۔ یقینی پہنچا سکتا ہے۔ لاتہنوا ولاتحزنوا انتم الاعلون ان کنتم مومنین۔

ایمان کو مضبوط کرو۔ اسلام کے فدائی بن جاؤ۔ جان و مال کی قربانیاں کرنے کو تیار ہو جاؤ۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا کے مصداق بن جاؤ۔ بکھرے ہوئے شیرازہ کو باندھ ڈالو۔

دیکھو! یہ آیت جو میں نے ابھی پڑھی ہے، اس پر نظر ڈالو۔ اللہ تعالے فرماتا ہے۔ کہ اللہ کی اطاعت کرو۔ اور رسول کی اطاعت کرو، اور صاحب امر کی اطاعت کرو۔ صاحب امر سے کیا مراد ہے؟ یا صرف خلافت و حکومت مراد ہے؟ نہیں۔ ہرگز نہیں!

امام فخرالدین رازی لکھتے ہیں کہ اس سے مراد علماء ہیں، بروایت حضرت ابن عباس اور حسن اور ضحاک، انہیں کی اطاعت فرض ہے۔ آپ سب لوگ ان کی اطاعت فرض جان کر کیجیے، ان کے احکام کی بجا آوری پر عمل جایئے۔ اور ان کے احکام کو احکام رسول سمجھے۔ جس طرح حدیث شریف میں آیا ہے۔ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ اور یہ حضرات ہم لوگوں کی دشواریوں کو آسان کریں۔ تعصبات و نفسانیت سے علیحدگی حاصل کریں۔ خلوص و اتحاد کے ڈورے مضبوط کر ڈالیں۔ رئیس القوم خادمہم کو اپنا معیار بنائیں۔

اے میرے بزرگو! دین کے پیشواؤ! وراثت انبیاء کے مستحقو!
"انما العلماء ورثۃ الانبیاء" آپ کے لئے ہے "انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء" آپ کی شان ہے۔ "فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادنا کم" آپ کی صفت ہے۔ قوم آپ کی محتاج ہے۔ کشتی اسلام کے آپ ناخدا ہیں۔ سینکڑوں برس ہو گئے امیر شریعت نداردہو گیا۔ تعصبات و نفسانیت کا زور ہو گیا۔ ہر شخص کا شخص الگ ہو گیا۔ مسائل الگ ہو گئے۔ مسجدیں الگ ہو گئیں۔ جس کا جو جی چاہتا ہے کرتا ہے۔ نہ مسائل دینی، نہ دارالقضا رہے۔ نہ زکوٰۃ ہے، نہ خیرات ہے۔ نہ بیت المال ہے۔

کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ نے زکوٰۃ نہ دینے والے کو قتل کا حکم نہ فرمایا تھا۔ کیا احکام شریعت کے اجراء کی امید غیر اسلامی سلطنت سے کی جا سکتی ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں!

ذرا خدا کے لئے غور کیجئے۔ احادیث و فقہا کے اقوال پر توجہ فرمائیے۔
کیا امیر شریعت کی تقرری صرف حکومت و خلافت کے ساتھ مخصوص ہے
کہ جیسے حکومت گئی۔ یہ فرض کفایہ بھی سر سے اتر گیا؟ نہیں حاشا کلا نہیں۔
امیر شریعت اور شئی ہے۔ سلطنت اور شئی ہے۔ سلطنت ملک کا انتظام
کر سکتی ہے۔ مگر اسلامی مسائل کے لئے سلطنت کو بھی امیر شریعت اور علما
کی ضرورت ہے۔ بہتیرے فرائض اسلامی ہیں۔ جن کی ادائیگی بلا امیر شریعت
کے ناممکن ہے۔ اگر آپ کے یہاں امیر شریعت ہوتا ہر صوبہ کا ایک
امیر ہوتا۔ اس کے ماتحت ہر شہر میں نائبین ہوتے۔ تمام ہند کا ایک امیر الہند
ہوتا ہے۔ تو کیا اس خلافت کے معاملہ میں اتنی دقتیں اٹھانی پڑتیں۔ اس
قدر انجمنیں، اس قدر تحریکیں پیش کرنی پڑتیں۔ ایک امیر الہند کی زبان۔
آپ سب کی زبان ہوتی۔ جو حکم وہ دیتا آپ سب لوگ اس کے معمل ہوتے۔
اگر واقعی خلافت کے ساتھ ہمدردی ہے۔ اور اماکن مقدسہ کی محبت ہے۔
تو پہلے اپنی جماعت درست کیجئے۔ شریعت کے اصول پر چلیئے۔ اپنا ایک
سردار بنائیے۔ کوئی کام دنیا کا بلا سردار کے نہ ہوا ہے اور نہ ہو سکتا
ہے۔ حیوان تک میں سردار ہوتے ہیں۔ اور آپ اشرف المخلوقات کے
سردار نہیں؟ کیا آپ کو یاد نہیں ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے
دس آدمی کی جماعت بھی بلا سردار (یعنی امیر) کے کہیں نہیں بھیجا۔ اب آپ
لوگ اپنا سردار امیر شریعت مقرر فرمائیے۔

(اس کے بعد مولانا نے شرائط و معیار کی طرف توجہ دلائی ہے۔)

اس کے بعد صدر اجلاس مولانا ابوالکلام صاحب آزاد نے ایک بسوط پُر مغز زبانی خطبہ صدارت ارشاد فرمایا ۔ جو قلمبند نہ ہو سکا ۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا۔ اس کا حاصل، اجلاس خصوصی کی روئداد کے الفاظ میں یہ ہے :۔

انتخاب امیر شریعت کی کارروائی

ساڑھے گیارہ بجے خطبہ صدارت ختم ہونے کے بعد مجلس شوریٰ کے منعقد ہونے کا اعلان کیا گیا ۔ چنانچہ اُس روز چار بجے بعد نماز عصر جناب ڈاکٹر سید محمود صاحب کے مکان (شیرستان) میں مجلس شوریٰ بصدارت جناب مولانا ابوالکلام صاحب آزاد بغرض انتخاب امیر منعقد ہوئی ۔ جس میں مفصلہ ذیل علمار کرام و مشائخ عظام کی شرکت خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے۔ (روئداد میں اس جگہ ایک سو سے زیادہ علمار و مشائخ کے نام مع پتہ کے درج ہیں، جو صوبہ بہار کے ہر گوشہ سے بحیثیت نمائندہ کے تشریف لائے تھے ۔) پہلے ناظم جمعیۃ (حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب) نے اس مجلس کے مقصد کو بیان کیا ۔ بعدہ جناب حضرت مولانا شاہ محمد علی صاحب مونگیری (سجادہ نشیں خانقاہ رحمانیہ) کا خط اور اُن کی تجویز متعلق تعین امیر پیش کی ۔ اس اثنار میں علمار کرام نے حقیقت امارت۔ اتباع سنت و بعض شرائط امارت پر بہت طویل بحث کی ۔ جس کے جوابات نہایت کافی و شافی اور اطمینان بخش دیے گئے ۔ جناب مولانا کفایت حسین صاحب (اہلحدیث) پٹنہ نے بھی اپنے بعض شبہے پیش کیے ۔ ان کو بھی شافی جواب

دیا گیا۔ بالآخر بہت بحث و کلام کے بعد نو بجے شب کو یہ مجلس بحسن و خوبی ختم ہوئی اور بالاتفاق جمیع حاضرین حسب ذیل تجاویز منظور ہوئیں :۔

(۱) حضرت مولانا سید شاہ بدرالدین صاحب (سجادہ نشین پھلواری شریف ضلع پٹنہ) مدظلہ العالی صوبہ بہار کے لئے امیر شریعت ہوں۔

(۲) جناب مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب نائب امیر شریعت مقرر ہوں۔

(۳) (حضرت) امیر (شریعت) کی مشاورت کے لئے علماء بہار میں سے اہل شوریٰ متعین کر دئے جائیں۔ جن کی تعداد علاوہ نائب امیر کے نو ۹ ہو۔ اور ان کے انتخاب کا حق مولانا عبدالوہاب صاحب (دربھنگہ) مولانا صدیق صاحب اور مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب کو دیا جائے۔

(۴) حضرت مولانا جناب سید شاہ محمد بدرالدین صاحب قبلہ کے پاس کل ۱۹ رشوال کو اجلاس کے وقت سے پہلے تجویز انتخاب امیر نائب امیر اور نیز ارکان شوریٰ کے اسمائے گرامی (مجوزہ اصحاب ثلثہ) منظوری کے لئے بھیجدئے جائیں۔ تاکہ واپسی کے بعد اجلاس عام میں اس کا اعلان کر دیا جائے۔

علی الصباح (۱۹ رشوال کو) تمام تجاویز کی نقل مع اسمائے ارکان شوریٰ جناب مولانا سید شاہ بدرالدین صاحب کی خدمت میں پھلواری شریف بھیجی گئی۔ اور اُن سے درخواست کی گئی کہ وہ منصب امارت کو قبول فرمائیں۔ اور نیابت اور ارکان شوریٰ کے متعلق جو رائے ہو اس سے مطلع فرمائیں۔

پھلواری شریف سے آٹھ بجے تک منصب امارت کی منظوری ونیابت واسمائے اہل شوریٰ کی پسندیدگی کا خط آگیا (جو دفتر امارت شرعیہ میں محفوظ ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں عبدالصمد رحمانی ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم

جناب مکرم، ادام اکرامکم السلام علیکم وعلی من لدیکم

میں نے اس عہدہ کو قبول کرنے سے انکار کیا تھا۔ آپ کو معلوم ہے۔ اور پرسوں جمعہ کے دن اپنی رائے تحریر کردیا تھا۔ کہ جناب مولوی سید شاہ محمد علی صاحب رحمانی کو میں اس منصب کا اہل جانتا ہوں۔ آج معلوم ہوا کہ قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند۔ جب بالاتفاق آپ لوگوں کی یہی رائے ہے تو اب قبول کرنے کے سوا کیا چارہ ہے، اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت یہی ہے تو أفوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد۔ نیابت ومجلس شوریٰ کے لئے جن علماء کا انتخاب ہوا ہے، اس سے بھی آگاہی ہوئی۔ یہ سب لوگ مناسب منتخب ہوئے ہیں۔ والسلام

محمد بدرالدین پھلواری اصلح اللہ تعالیٰ حالہ

۱۹ شوال یکشنبہ ۱۳۳۹ھ

۱۹ تاریخ کو ۹ بجے دوسرا اجلاس شروع ہوا۔ تلاوت کلام اللہ ونعتیہ نظم کے بعد تھوڑی دیر مولوی عبدالاحد صاحب نے تقریر فرمائی۔ بعدہ صاحب صدر نے مسئلہ امارت پر دو گھنٹے کامل تقریر کرتے ہوئے مجلس شوریٰ کی کارروائی کا اعلان فرمایا۔ اس کے بعد ناظم جمعیۃ علماء (یعنی حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد

صاحب) نے جناب مولانا شاہ محمد بدر الدین صاحب کا خط بابت منظوری منصب امارت و پسندیدگی نیابت و اسمائے اہل شوریٰ پیش کیا۔ جس کو خود مولانا آزاد صدر اجلاس نے بآواز بلند پڑھکر سنایا۔ اور علمار کرام و دیگر تمام حاضرین سے درخواست کی۔ کہ اگر آپ حضرات کو اس سے اتفاق ہے، تو کھڑے ہو کر نائب کے ہاتھ پر اطاعت فی المعروف کی بعیت کیجئے۔ چنانچہ تمام حاضرین نے کھڑے ہو کر بعیت کی۔ پھر ناظم جمعیتہ (مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب) نے قیام امارت کے متعلق علمار دیوبند کا خط پڑھ کر سنایا۔ جس میں اس اہم مقصد کی پرزور تائید تھی۔ اور اس کے قیام و بقا کی دعا تھی۔ (ان خطوط میں اس وقت مجھ کو صرف مولانا محمد احمد صاحب مہتمم مدرسہ دیوبند کا مکتوب گرامی مل سکا۔ جو حسب ذیل ہے۔ عبدالصمد رحمانی)

باسمہ تعالےٰ

حامداً و مصلیاً و مسلماً

از دار العلوم دیوبند

مکرم بندہ جناب شاہ حبیب الحق و جناب مولوی سجاد صاحب زاد لطفکم

السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ'۔ عنایت نامہ پہنچا۔ بیحد مسرت ہوئی۔ دعار ہے کہ اللہ تعالیٰ جمعیتہ علمار بہار کے غیر معمولی کامیابی عنایت فرمائے۔ خدا کرے کہ کوئی بزرگ متشرع حسب شرائط انتخاب میں آجائیں۔ اور علمائے کرام اور مشائخ عظام ان کی اطاعت فرمائیں۔ اور یہ فریضہ شرعیہ ادا ہو ہم لوگوں میں سے ایک دو شخص ضرور شریک جلسہ ہوتے مگر چونکہ افتتاح تعلیم

کا وقت ہے، اور مہتمم و مدرسین اس میں مشغول ہیں، اس لئے حاضری سے معذور رہیں۔ امید ہے کہ آپ بھی شرکت قلبی کو کافی خیال فرمائیں گے فقط

احقر محمد احمد مہتمم مدرسہ دیوبند

بوقت ۸ بجے شب تیسرا اجلاس عام شروع ہوا۔ اس وقت داخلہ بغیر ٹکٹ کر دیا گیا تھا۔ اس لئے اجلاس کا ہال بالکل ناکافی ہوگیا اور اکثر حضرات کو کھڑا رہنا پڑا۔ بہت سے لوگوں کو عدم گنجائش کی وجہ سے واپس جانا پڑا۔

تلاوت کلام اللہ و نعتیہ نظم کے بعد حکیم عبد العزیز صاحب و حکیم رکن الدین صاحب دانا نے تقریر فرمائی۔ بعدہٗ جناب عبد القادر صاحب آزاد سبحانی نے تقریر شروع کی۔ مولانا موصوف نے مسئلہ امارت شرعیہ کی تاریخ اور اس کی ضرورت و اہمیت عوام و حکومت کے خطرات متوہمہ کی تردید۔ اور اس کے تشفی بخش جوابات نہایت فصاحت کے ساتھ بیان کئے جس سے تمام لوگ نہایت محظوظ ہوئے۔

آخر میں ناظم جمعیۃ نے جناب صدر و دیگر مہمانوں کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کیا۔ مہمان نوازی میں کوتاہیوں کا اعتراف کرتے ہوئے معافی کی درخواست کی۔ بعدہ دعا کے بعد اجلاس کی برخاستگی کا اعلان کیا۔

(از روئداد اجلاس خصوصی جمعیۃ علماء بہار)

امارت شرعیہ کے قیام کے بعد

حضرت مولانا سید محمد علی صاحب قدس سرہ کا ارشاد

امارت شرعیہ کے قیام، اور نصب امیر کے فریضہ بحسن وخوبی انجام پا جانے کے بعد جیسا کہ میں اس کے پہلے بھی عرض کر چکا ہوں سنت اللہ کے قدرتی اصول پر ہر تحریک کے ساتھ ساتھ اس کے ابتدائی دور میں ایسے لوگ ہوتے ہیں جو اس کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ چنانچہ صوبہ اور غیر صوبہ میں اعتراض و ایراد کا ظہور ہونے لگا۔ جس میں بعض بزرگوں کے شبہات بالکل نیک نیتی پر مبنی تھے۔ جن کا ذکر اس کتاب کے دوسرے حصہ مفاوضات میں آپ کے ملاحظہ سے گذریگا۔ اس وقت ان شبہات واشکالات کے ہنگامہ میں جو قیام امارت اور نصب امیر کے متعلق کئے جانے لگے تھے۔ بروقت حضرت مولانا سید محمد علی صاحب مونگیری قدس سرہ کے ارشاد نے صوبہ بہار کے مسلمانوں کو غلط راہ پر لگنے سے بچا لیا۔ اور مخالفت کی سرگرمیوں میں ٹھنڈک آئی اور بڑی حد تک اختلاف کا فتنہ ختم ہو گیا۔ اور زیادہ سے زیادہ بعض علمار کا تردد محض اپنے مخصوص حلقہ اثر میں علمی مجادلہ بن کر رہ گیا۔ حضرت مولانا مونگیری قدس سرہ کے ارشاد گرامی کے الفاظ یہ تھے (جو دفتر میں محفوظ ہے اس مضمون کا عنوان بھی ارشاد ہی ہے)

ارشاد

مسلمانوں کی علمی حالت کی ابتری اور دینی امور سے بے تعلقی ایسا مسئلہ ہے جس پر جس قدر بھی افسوس کیا جائے کم ہے خصوصًا ایسے زمانہ میں جب کہ مخالفین اسلام اجتماعی قوت کے ساتھ اسلام اور اسلامی مفاد کو مٹانے پر تلے ہوئے ہیں۔ زیادہ قابل توجہ ہے۔

اس لئے ضرورت ہے کہ سلف صالحین کی طرح تمام مسلمان ایک دل ہوکر اجتماعی طریقہ پر شریعت اسلامیہ پر مجتمع ہوکر کام کریں۔

امارت شرعیہ کا خاص مقصد یہی ہے۔ مسلمانوں کو شریعت اسلامیہ سے آگاہ کریں اور اسلام کی عملی زندگی کی روح پھونکیں۔ اس لئے میری دلی خواہش ہے کہ تمام مسلمان اور خصوصًا ہمارے متوسلین امارت شرعیہ کے مقاصد کی تکمیل میں مستعدی سے حصہ لیں۔ اور اس کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں۔

آخر میں یہ فقیر اپنے خاص محبین سے اتنا اور کہتا ہے کہ اس وقت جو امیر شریعت ہیں انہوں نے میرے ہی کہنے سے اس امارت کو قبول کیا ہے۔ اب میں اپنے ان کے تمام محبین سے باصرار و منت کہتا ہوں کہ اس میں کسی قسم کا اختلاف نہ کریں۔ اس وقت جنہوں نے میرے کہنے سے یہ عہدہ قبول کیا ہے، اور میرے سر سے بوجھ اتارا ہے، میں ان سے نہایت راضی خوش ہوں۔

ہمارے محبین اور مخلصین ان کا دینی امور میں ساتھ دیں، اور اسلام میں اتفاق کی بنیاد قائم کردیں تاکہ صوبہ بہار کا اتفاق تمام ہندوستان

کے لیے نظیر ہو جائے۔ اور اس نازک وقت میں سب مل کر پوری سعی اور توجہ کے ساتھ مخالفین اسلام آریہ وغیرہ جو اسلام کے مٹانے میں نہایت سرگرم ہیں۔ پوری مستعدی کے ساتھ تحریری اور تقریری ہر ممکن صورت سے ان کا مقابلہ کریں۔

محمد علی

از خانقاہ رحمانیہ مونگیر

قیام امارت شرعیہ اور نصب امیر شریعت کے بعد سب سے پہلے اسکے مقاصد کو بارور بنانے کیلئے اسکی ضرورت تھی کہ اس کے نظام کا ڈھانچہ تیار کیا جائے پھر وہ طریق عمل اختیار کیا جائے جو اسکے مقاصد کے حصول کیلئے مناسب ہو۔ چنانچہ حضور امیر شریعت حضرت مولانا شاہ بدرالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے پھلواری شریف میں دفتر امارت شرعیہ کی بنیاد رکھی گئی۔ اور دفتر کو متحرک کرنے کیلئے چند شعبوں کا قیام کیا گیا۔ اور اضلاع بہار میں بیعت عامہ کیلئے وفود روانہ کیے گئے۔ آپ کے عہد امارت میں جسکی مدت دو سال چار ماہ ہے۔ امارت شرعیہ کی کیا کیا خدمات انجام پائیں۔ ان کا ذکر اس جگہ چونکہ مقصود نہیں ہے اور نہ اس کا محل ہے۔ اسلیے ہم آگے دور کے پہلے امیر کے مضمون کو علالت و وفات کے بیان پر ختم کرتے ہیں۔

علالت و وفات

۵ صفر ۱۳۴۳ھ سے کچھ خفیف سی تبخیری کیفیت اخیر وقت سے پیدا ہوئی۔ اور ہر روز ہو کر موقوف ہو جاتی تھی۔ جس کی اطلاع خدام حاضرین سے کسی کو نہ تھی۔ آٹھویں صفر روز دوشنبہ کو بخار چڑھا مگر اسکی اطلاع بھی کسی کو نہ ہوئی۔ عصر کی نماز سے فارغ ہو کر بیٹھ گئے۔ مدرسہ میں معمول کے مطابق تشریف رکھتے تھے کہ آرہ سے مولوی فضل حق صاحب ڈپٹی وڈاکٹر

عبدالرشید صاحب اردل شرف ملازمت کو آئے۔ ڈاکٹر صاحب نے
خیریت پوچھی تو اسوقت آپنے فرمایا کہ خیریت کیا پوچھتے ہیں۔ دیکھیے اس وقت
بخار ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے نبض دیکھی تو کہا کہ بخار بہت شدید ہے۔
ایک سو دو ڈگری سے کم نہ ہوگا۔ پھر اذان مغرب ہوئی اور نماز سے فراغت
کرکے قصد خلوت فرمایا۔ مگر اسی وقت سے ضعف کے آثار شروع ہو گئے۔
یعنی جا نماز سے جو اٹھے تو دقت سے اور مسجد کے در سے باہر ہوتے وقت
خلاف عادت دیوار سے اور کیواڑ سے سہارے لیتے ہوئے باہر تشریف لائے۔
۹ ر دن کو جناب حکیم شعیب صاحب نے اجازت لے کر خیساندہ پلایا اور ۲ ر
کو ۳ بجے لرزہ و بخار آگیا۔ رفع ضعف کے لئے سفوف دیا گیا۔ اُسی حالت
میں آپ نے ظہر کی نماز پڑھی۔
گیارہویں کو موئے مبارک رسول اللہ صلعم کی زیارت ہوتی ہے لیکن آپ
ضعف کی وجہ سے تشریف نہ لے جا سکے۔ اور حضرت مولانا شاہ محی الدین
صاحب کو زیارت کرانے کا حکم دیا۔
۱۲ ر صفر یوم جمعہ کو بخار اُتر گیا۔ یہانتک کہ آپنے نماز صبح سے فارغ ہوکر
دو گھنٹہ تک بیٹھکر تکیہ لگا کر اپنے وظائف کو پورا کیا۔ اور پھر اشراق پڑھکر
بیٹے لیٹے بات چیت کرتے رہے تازہ پرچہ معارف اعظم گڑھ کو پڑھوا کر سنا۔
اُس میں شذرات کے ضمن میں جو مسئلہ تنظیم اور امارت کا تذکرہ ہے۔ اُس کے
متعلق حاشیہ پر آپ نے نوٹ لکھوایا۔ اور ایک حدیث شریف لکھوائی۔ ان
حالات کو دیکھ کر اطمینان ہوا لیکن ضعف بہت زیادہ ہوگیا تھا۔ اُس سے

پریشانی تھی۔ ہلکی غذا دی گئی۔ اس سے تکان بہت زیادہ ہوا اور پھر شدت سے بخار چڑھا۔ اور بالکل غفلت سی طاری ہوئی۔ اس وقت سے آپ نے دوا پانی سب ترک کر دیا۔ ڈاکٹروں نے کہا کہ نہایت شدید قسم کا ملیریا ہے۔ ایسے جراثیم آج تک دیکھنے میں نہیں آئے۔ مغرب کے وقت سے تخفیف شروع ہوئی اور ۱۴ر صبح تک ۹۰ ڈگری حرارت رہی۔ آنکھ کھول کر آپ نے دیکھا بات چیت کی۔ شب ۱۵ر صفر ۱۱ بجے شب سے پھر حالت خراب ہوئی۔ بہت زیادہ خراب اور وہی غفلت۔ اطبا کو بالکل مایوسی ہوئی اور ۲ بجے شب سے دوا اور پانی کے فرو حلق ہونے میں بھی دقت ہونے لگی۔ ۶ بجے یوم دوشنبہ سے ایسی حالت ہوئی کہ خواص نے یقین کر لیا کہ سکرات موت و احتضار کی حالت شروع ہو گئی۔

یہاں تک کہ ۷ بجکر ۲۰ منٹ شب ۱۶ر صفر ۱۳۴۳ھ کو آپ نے اس عالم سے رحلت فرمائی اور اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہ

تکفین و تدفین

شب کو بھی لوگ آتے رہے اور صبح سے تو ایک تانتا بندھ گیا۔ سوا نو بجے غسل وغیرہ سے فراغت ہو گئی۔ تمام حاضرین چہرہ انور کی زیارت کے متمنی تھے۔ آخر پونے دس بجے نعش مبارک خانقاہ میں لائی گئی۔ لوگ زیارت سے مشرف ہونے لگے۔ لیکن سب لوگوں کا دیکھنا غیر ممکن تھا۔ آخر ساڑھے

دس بجے دن کو اس علم وفضل کے لاجواب جوہر اور زہد واتقا کے نایاب گوہر قوم وملت کے بہی خواہ اور روشن خیال سرپرست اور سب سے بڑھ کر یہ کہ صوبہ بہار کے تمام مسلمانوں کے واحد پیشوا اور امیر کو ہمارے ہاتھوں نے سپرد خاک کیا۔ ادخلہ اللہ فی دار النعیم ٥

آئینی دور کا دوسرا امیر

(حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین صاحب مدظلہ العالی)

حضرت مولانا شاہ محمد بدر الدین صاحب امیر شریعت اول رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد انتخاب امیر شریعت ثانی کے سلسلہ میں حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب نائب امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ نے بروقت ایک تحریر "مسئلہ انتخاب امیر شریعت" کے عنوان سے اعلان عام کیلئے شائع کیا۔ جس کا ملخص بلفظہٖ حسب ذیل ہے۔

مسئلہ انتخاب امیر شریعت

حضرت مولنا سید شاہ حاجی محمد بدر الدین صاحب امیر شریعت قدس سرہ العزیز کی وفات سے جہاں اور قسم کی پریشانیاں مسلمانوں کو لاحق ہوئی ہیں۔

وہاں بہت سے مسلمانوں کو تشویش ہوگی اور فکرمند ہوں گے کہ اب امارت شرعیہ کے متعلق کیا ہوگا۔ کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ امارت کا وجود نہ کوئی

مخفی سیاسی چیز ہے۔ اور نہ وقتی شئی۔ بلکہ یہ خالص مذہبی اصول شرعی حکم کے ماتحت مسلمانوں کی حیات و زندگی کے لئے لازمی چیز ہے۔ اور تمام اہل علم واکثر ارباب حل وعقد نے مناسب غور وخوض کے بعد اس چیز کی بنا ڈالی۔ اور ہندوستان کے ہر صوبہ کیلئے ایک بہترین نمونہ پیش کیا۔

اگرچہ ابھی وہ تمام مقاصد جو پیش نظر ہیں۔ اور منتہائے امور جو امارت کے ماتحت انجام پانا چاہئے۔ اور مسلمانوں کو جس طرح پر قرون اولے کی طرح متحد ہو کر ایک طاقتور ہستی بن جانا چاہئے۔ ابھی تک یہ سب نہیں ہوا۔ اور شاید ابھی ایک مدت تک انتظار کرنا ہوگا۔

اس وقت مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ عام مسلمانوں کو مطمئن رہنا چاہئے کہ جن مقاصد کے لحاظ سے امارت شرعیہ قائم ہوئی ہے اسکی تکمیل کے لئے امارت شرعیہ انشاءاللہ برابر قائم رہیگی۔ اسکے قیام وبقا کی حیثیت سے کوئی تشویش کی وجہ نہیں ہے۔

ہاں ایک مسئلہ جدید انتخاب کا ہے اسکے لئے ایک تاریخ معین ہوگی تمام ارباب حل وعقد کو دعوت دی جائے گی۔ اور بہت جلد نہایت آزادی کے ساتھ انتخاب عمل میں آئے گا۔ چنانچہ تاریخ انتخاب معین کرنے کے پہلے جمعیۃ علماء بہار کے ارکان منتظمہ و دیگر معزز علماء وارکان شوریٰ امارت کو ۱۹ صفر ۱۳۵۹ھ کو طلب کیا ہے۔ جو تاریخ اجلاس جمعیۃ علماء بہار وطریق انتخاب امیر شریعت باہمی مشورہ سے طے کریں گے۔ انشاءاللہ تعالیٰ دو ہفتہ کے اندر انتخاب عمل میں آئے گا۔

لیکن اس سے پہلے امارت کا کام جس طرح تھا بدستور جاری رہے گا۔
اور جتنے عہدہ دار اور ارکان تھے۔ وہ سب کے سب بدستور رہیں گے۔ اور
نائب نیابۃً تمام خدمات کو انجام دیتا رہے گا۔ یہی مسئلہ شرعی ہے اور یہی اصول
ہے۔

خدا کی ذات سے امید ہے کہ علماء بہار و عقلائے بہار کو اللہ پاک نے
جس طرح پہلے توفیق دی تھی کہ تمام نفسانیت و خود رائی و خود پسندی کو
چھوڑ کر دین قویم کے اصول داحیاء کیلئے ایک ذات پر متفق ہو کر بیعت اطاعت
کر لی تھی۔ اب بھی ایسا ہی کریں گے اور بھولے ہوئے سبق کو یاد کرنے کے
بعد اب کبھی نہ بھولیں گے۔ اور اصل مقصد پر نگاہ کرکے جس طرح تمام
اختلافات سے علیحدہ ہو کر ایک شخص کو اپنا امیر بنایا تھا۔ ویسا ہی اب بھی
کریں گے۔

یہ عجیب اتفاق ہے۔ کہ حضرت امیر شریعت نے بھی جو آخری تحریر لکھوائی
ہے وہ بھی مسئلہ امارت ہی سے متعلق ہے۔ اور حاشیہ معارف پر مولوی شاہ
محمد قمر الدین صاحب کے قلم سے حسب ذیل عبارت لکھوائی ہے۔

شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم لوگوں کو جو صورت تنظیم تعلیم
فرمائی ہے۔ اس سے بہتر کوئی دوسری صورت نہیں ہو سکتی ہے۔ وہ یہ ہے
کہ ہر موقع انتظام میں زمام نظم کسی ایک شخص کے اختیار میں دیدیا جائے۔
اور سب لوگ اس کی اطاعت کریں۔

حدیث شریف میں آیا ہے اذا خرج ثلثۃ فی سفر فلیؤمروا

واحدھم (یعنی تین شخص بھی جب سفر میں نکلیں تو چاہئے کہ وہ لوگ ایک شخص کو امیر بنالیں (جامعہ صغیر بہ سند حسن بحوالہ ابن ماجہ)

غالباً حضرت قدس سرہ کے مرض موت میں اور وہ بھی سخت علالت کی صورت میں اس ارشاد کا ظاہر ہونا۔ قدرت کی طرف سے علماء کرام کیلئے ایک سبق ہے اور اشارۃً حکم ہے۔ کہ جہاں تک جلد ممکن ہو انتخاب امیر شریعت کرو۔

اگر اکثر علماء کرام اور ارباب حل وعقد موجود ہوتے تو یقیناً تدفین سے پہلے حسب سنت صدیقی و دیگر خلفاء ایسا ہی کیا جاتا۔ مگر عدم موجودگی کے باعث مجبوری ہوئی۔ اس لئے ۱۹ صفر ۱۳۴۳ھ کو ہم نے جلسہ طلب کیا ہے۔ تاکہ یہ فریضہ جلد ادا ہو۔ افوّض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد۔

جمعیۃ علماء صوبہ بہار کی مجلس منتظمہ کا اجلاس

۱۹ صفر ۱۳۴۳ھ یوم جمعہ کو بوقت ۳ بجے دن حضرت مولنٰنا قاضی سید نور الحسن صاحب کے مکان پر جمعیۃ علماء بہار کی مجلس منتظمہ مشترکہ کا اجلاس بغرض مشورہ طریق انتخاب امیر شریعت منعقد ہوا جس میں حسب ذیل حضرات شریک تھے۔

مولنٰنا محمد یوسف صاحب رمضان پور۔ مولنٰنا عبد الشکور صاحب بہار۔ مولنٰنا سید شاہ محمد اسمٰعیل صاحب۔ مولنٰنا ابو الخیرات صاحب سیوان

مولٰنا ریاض احمد صاحب تتیا۔ مولٰنا خیرالدین صاحب گیا۔ مولٰنا عبداللطیف صاحب گیا۔ مولٰنا محمد طٰہٰ صاحب بہار۔ مولٰنا عبدالکریم صاحب گیا۔ مولٰنا عبدالحکیم صاحب گیا۔ مولٰنا عبدالحمید صاحب دربھنگہ۔ مولٰنا عبدالعزیز صاحب دربھنگہ۔ مولٰنا عبدالوہاب صاحب دربھنگہ۔ مولٰنا محمد یسین صاحب آرہ۔ مولٰنا سید شاہ نورالحسن صاحب قاضی پھلواری شریف۔ مولٰنا سید محمد اسحٰق صاحب نبیرہ حضرت مولٰنا سید محمد علی صاحب مونگیر۔ مولٰنا فرخند علی صاحب سہسرام۔ مولٰنا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب نائب امیر شریعت۔ مولٰنا محمد عثمان غنی صاحب ناظم امارت شرعیہ۔ مولٰنا مقبول احمد صاحب دربھنگہ۔ مولٰنا دیانت حسین صاحب دربھنگہ۔ مولٰنا قمرالدین صاحب دربھنگہ۔ مولٰنا عبدالغفور صاحب آرہ۔ قاضی احمد حسین صاحب گیا۔ مولوی حسن آرزو صاحب پھلواری شریف۔ مولٰنا عبدالہادی صاحب پھلواری مولٰنا عبیداحمد صاحب مجھر شریف گیا۔ مولٰنا عبدالصمد صاحب رحمانی مونگیر۔ مولانا احمد اسد صاحب گیا۔ مولٰنا سید محمد صاحب گیا۔

اس اجلاس میں علاوہ دوسری تجویزوں کے حسب ذیل تجاویز منظور کی گئیں۔

(۱) یہ جلسہ جمعیۃ علماء بہار کا عالی جناب حضرت امیر شریعت مولانا سید شاہ محمد بدرالدین صاحب علیہ الرحمۃ کی وفات حسرت آیات پر اپنے دلی رنج وغم اور صدمہ کا اظہار کرتا ہے۔ اور حضرت ممدوح کے لئے دعاء ترقی مدارج کرتے ہوئے۔ ان کے تمام وابستگان کے ساتھ شریک غم ہوکر

اللہ پاک سے دعا کرتا ہے۔ کہ جملہ متعلقین و متوسلین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ نیز ایسے جامع الصفات ذات کے وصال سے تمام مسلمانوں کو بالخصوص مسلمانان بہار کو جو نقصان پہنچا ہے۔ اللہ کی ذات سے امید رکھتا ہے۔ کہ اسکی پوری مکافات فرمائے گا۔

(۲) یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ بتاریخ ۸، ۹ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ ایک عام جلسہ پھلواری شریف میں بغرض انتخاب امیر شریعت صوبہ بہار واڑیسہ منعقد کیا جائے۔ جس میں علاوہ اراکین جمعیۃ علماء بہار کے دیگر اہل الرائے کو بھی مدعو کیا جائے۔ اور اس جلسہ کی صدارت کے لئے حضرت مولانا سید شاہ محمد علی صاحب مدظلہ مونگیری کو منتخب کرتا ہے۔

(۳) یہ جلسہ تجویز کرتا ہے۔ کہ مقامی حضرات پھلواری شریف کے مجلس استقبالیہ کی فوراً ترتیب دے کر نظم جلسہ شروع کر دیں۔

اس کے بعد مجلس استقبالیہ مرتب ہوئی جس کے صدر جناب مولانا شاہ محمد قمر الدین صاحب قرار پائے۔ مجلس استقبالیہ نے فوراً تمام علماء کرام۔ اور اعیان بہار کے نام دعوتی خطوط روانہ کئے۔ اخبارات میں اطلاعیں دیں۔ مطبوعہ اعلانات تقسیم کئے۔ اور اس موقع پر حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب نائب امیر شریعت کے اس مکتوب کو جو انتخاب اول کے پہلے آپ نے شائع فرمایا تھا۔ پھر شائع کیا گیا۔ اور بحمد اللہ حسب تجویز مجلس منتظمہ جمعیۃ علماء بہار ۸، ۹ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ کو پھلواری شریف میں عظیم الشان اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس کی کارروائی۔ روئداد جمعیۃ

علمار بہار کے الفاظ میں حسب ذیل ہے ۔

انتخاب امیر شریعت ثانی کی کاروائی

۸ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ

اجلاس جمعیۃ علمار بہار کے منتخب شدہ صدر حضرت سید شاہ محمد علی صاحب مدظلہ بہ سبب علالت تشریف نہ لا سکے۔ لیکن آپ کے صاحبزادے جناب مولٰنا سید شاہ محمد لطف اللہ صاحب مع دیگر علمار خانقاہ رحمانی مونگیر سے تشریف لائے ۔ ۱۰ بجے تلاوت کلام مجید سے اجلاس شروع ہوا۔ اس کے بعد جناب مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب ناظم جمعیۃ علمار بہار نے حضرت مولٰنا شاہ محمد علی صاحب مدظلہ مونگیری کا خط پڑھکر سنایا جس میں عدم تشریف آوری کی معذوری کا اظہار تھا۔ اور یہ بھی تھا۔ کہ جس شخص کو سب لوگ متفق ہوکر یا اکثریت کے ساتھ امیر شریعت منتخب کریں گے۔ میں بھی اس سے متفق ہوں گا۔

پھر باتفاق رائے تمام حاضرین مولٰنا سید شاہ محمد لطف اللہ صاحب قائم مقام صدر منتخب ہوئے ۔ اس کے بعد جناب مولٰنا شاہ محمد قمر الدین صاحب صدر مجلس استقبالیہ نے اپنا خطبہ پڑھا۔ جو بہت ہی مفید معلومات پر مشتمل تھا۔ اور پسند کیا گیا۔ بعد ازیں جناب مولٰنا سید شاہ لطف اللہ صاحب صدر اجلاس نے حضرت مولانا سید شاہ محمد علی صاحب مدظلہ کا خطبہ صدارت پڑھا۔ جو نہایت ہی زبردست تھا۔ اور اس میں علمار کے فرائض اور مسلمانوں کے

کے اکثر پہلوؤں پر شرعی نقطۂ نظر سے پُر زور دلائل کے ساتھ بحث کی گئی تھی۔ اس سے پہلے اس مسئلہ پر اس شرح و بسط کے ساتھ بحث نہیں کی گئی تھی۔

بعد اختتام خطبہ صدارت تقریباً ڈیڑھ سو علماء اور اعیان کے اسماء پیش کئے گئے۔ کہ وہ امیر شریعت صوبہ بہار و اڑیسہ کو منتخب کریں۔ اور ان کا انتخاب شرعاً معتبر ہوگا۔ چنانچہ ان حضرات انتخاب کنندگان کی مجلس ۲ بجے دن سے منعقد ہوئی۔ اور عشاء تک ہوتی رہی۔ اس میں ہر طبقہ کے اہل الرائے حضرات بھی شریک تھے۔ مفصلہ ذیل حضرات خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ (اسکے بعد نام ہیں۔ جو بہ نظر اختصار ترک کئے جاتے ہیں۔ شائقین روئداد جمعیۃ علماء صوبہ بہار میں ملاحظہ فرمائیں۔)

سب سے پہلے جناب مولٰنا ابو المحاسن محمد سجاد صاحب نے مولٰنا حبیب الرحمٰن صاحب ناظم دار العلوم دیوبند۔ اور مولانا حافظ احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند کا تار پڑھ کر سنایا۔ جو ۹ صفر ۱۳۴۳ھ کو آیا تھا۔ کہ جلد از جلد امیر شریعت کا انتخاب کر کے کاموں کی رفتار کو جاری رکھئے۔ اور اسی وقت حضرت مولٰنا سید حسین احمد صاحب مہاجر مدنی جانشین حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا تار دیوبند سے آیا۔ کہ میں ریلوے لائن کے خراب ہو جانے کی وجہ سے جلسہ میں شریک نہ ہو سکا۔ اس کا افسوس ہے۔ جلسہ کی کامیابی کی دعا کرتا ہوں۔

اس کے بعد تجویز پیش کی گئی۔ کہ اس وقت صوبہ بہار میں حضرت

مولانا سید شاہ محی الدین صاحب مدظلہ سب سے زیادہ اہلیت وصلاحیت رکھتے ہیں۔ کہ آپ کو امیر شریعت منتخب کیا جائے۔ اسکی چند حضرات تائید کر چکے تھے کہ مولوی محمد شفیع صاحب داؤدی نے یہ ترمیم پیش کی۔ کہ وہ مہینہ تک مسئلہ انتخاب امیر شریعت کو ملتوی کر دیا جائے۔ اسکے بعد دوسرا جلسہ کر کے انتخاب امیر شریعت کا مسئلہ پیش کیا جائے۔

اس پر دیر تک بحث و تمحیص کا سلسلہ جاری رہا۔ اور رائے لئے جانے پر صرف ۳ (تین) رائے ترمیم کے موافق آئی۔ اور پھر اصل تجویز باتفاق پاس ہو گئی۔ اور تمام حضرات نے حضرت مولانا سید شاہ محی الدین صاحب کو امیر شریعت صوبہ بہار و اڑیسہ منتخب کیا۔ اور اطاعت فی المعروف کا عہد و اثق کیا۔

اس درمیان میں جناب مسٹر سید محمد شریف صاحب ام۔ اے بیرسٹر ایٹ لا پٹنہ کا تار اجمیر سے آیا۔ کہ ہم بعض معذوریوں سے شریک نہ ہو سکے اس لئے ہم اور نیز ہمارے ساتھ دوسرے چار تعلیم یافتہ حضرات جناب مولانا شاہ محی الدین صاحب کے لئے اپنی رائے پیش کرتے ہیں۔ کہ جناب موصوف کو امیر شریعت منتخب کیا جائے۔ اس تار کو پڑھ کر جلسہ میں سنا دیا گیا۔

پھر (۱۰ ربیع الاول) ۱۱ بجے دن سے اندرون خانقاہ مجیبیہ ایک اجلاس عام منعقد ہوا۔ سب سے پہلے مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحب نے یہ اعلان کیا۔ کہ کل کی مجلس جس کو انتخاب امیر شریعت کا حق دیا گیا تھا۔ اس نے مولانا شاہ محمد محی الدین صاحب کو باتفاق امیر شریعت منتخب کیا۔

اور اطاعت فی المعروف کا عہد واثق لیا۔ جس سے تمام حاضرین بہت خوش ہوئے۔ اور سب کے چہرے سے مسرت کے آثار نمایاں ہوئے۔

بعدہ مولانا موصوف نے بیعت کے معنیٰ اور طریق بیعت بیان کرکے یہ فرمایا کہ اب آپ تمام حضرات بھی امیر شریعت کی اطاعت فی المعروف کی بیعت کریں۔ چنانچہ تمام حضرات نے اطاعت فی المعروف کی بیعت کی۔ اس وقت کے اجلاس میں تقریباً ۴ ہزار اشخاص ہر طبقہ کے شریک تھے۔ اس وقت مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے مدرسین بھی جو رات کے جلسہ میں شریک نہ ہو سکے تھے تشریف فرما تھے۔ جن میں مولانا اصغر حسین صاحب مدرس اعلیٰ۔ مولانا عبید اسد صاحب۔ مولانا دیانت حسین صاحب مولانا ظفر الدین صاحب بھی تھے۔ جدید تعلیم یافتہ حضرات میں مسٹر سید شاہ اظہر حسین عرف اچھے صاحب بیرسٹر۔ اور دوسرے تعلیم یافتہ حضرات کثیر تعداد میں شریک تھے۔ اس کے بعد حضرت امیر شریعت مدظلہ نے پر درد لہجہ میں یہ اعلان فرمایا۔

حضرات برادران! آج آپ حضرات نے جو بار اور بوجھ میرے سر ڈالا ہے۔ میں ہرگز اس کے اٹھانے اور برداشت کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا۔ لیکن آپ لوگ جب متفقہ طور پر مجھ ہی پر یہ بار ڈال رہے ہیں۔ تو میں بھی اس لئے کہ میرے انکار کرنے سے تفرقہ کا خوف ہے۔ مجبور ہو کر قبول کرتا ہوں۔ برادران! لیکن آپ کو سمجھ لینا چاہئے۔ کہ جس طرح آپ نے میرے سر اتنا بڑا بوجھ ڈالا ہے۔ آپ نے بھی اپنے سر اتنے ہی بوجھ لیا ہے۔ یعنی جب آپ نے

مجھکو اپنا سردار تسلیم کیا ہے۔ تو میری تمام خدمات کا مدار آپ کی سمع و اطاعت پر ہے۔ پس میرا جو حکم قرآن و حدیث۔ خدا و رسول کے حکم کے مطابق آپ تک پہنچے آپ کو اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ میں تو آپ کا ایک خادم ہوں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "کہ سید القوم خادمھم" یقین کیجئے کہ تمام اگلے بزرگان صحابہ و خلفاء راشدین صحیح معنوں میں سید القوم تھے۔ اس لئے خلفاء راشدین راتوں کو پہرے دیا کرتے تھے۔ مسلمانوں کی تمام خدمتیں مثل غلام کے انجام دیا کرتے تھے۔ ہمارے دین کی سیادت دوسرے مذہب کی سیادت کی طرح نہیں ہے۔ اسی طرح حسب ارشاد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی آپ کا خادم ہوں۔

برادران اگر آپ حضرات سمع و طاعت سے میری مدد کریں گے۔ تو آپ یقین کیجئے۔ کہ آپ کے لئے دین و دنیا دونوں کی بھلائی ہوگی۔ اب میں آپ سے درخواست کروں گا۔ کہ اگر آپ حضرات آج اس اعلان کے بعد اوامر و نواہی جو آپ کے پاس پہنچائے جائیں گے۔ آپ اس پر عمل پیرا ہوں گے۔ تو یقینی یہ چیز جو آج قائم کی گئی ہے۔ بہت ترقی کریگی اور آپ کی بہت بھلائی ہوگی۔ پس میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ پر اوامر و نواہی جو میں آپ کی خدمت میں پیش کروں عمل کریں۔ خدا آپ کو اس کی توفیق دے۔ اور میری بھی مدد فرمائے۔ آمین

آج کے روز عالی جناب مولٰنا حافظ احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند اور مولٰنا حافظ عبدالحلیم صاحب صدیقی بھی بغرض شرکت اجلاس جمعیۃ علما

بہار تشریف لائے۔ بعد کارروائی امارت "مسئلہ امارت" اور اس کی ضرورت واہمیت پر دونوں حضرات نے نہایت پر جوش اور مؤثر تقریر فرمائی۔ اور اہل بہار کو اقامت امارت پر اپنی دلی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے اہل بہار کو اس خصوصیت پر خصوصیت کے ساتھ مبارکباد دی۔ اور آخر میں جناب مولانا حافظ احمد سعید صاحب نے اس دعا پر اپنی تقریر کو ختم کیا۔ کہ اللہ پاک مسلمانان بہار کو کامل سمع وطاعت کی توفیق دے۔ اور امیر کو استقامت کی توفیق بخشے۔

اس تقریر کے بعد اجلاس کے بخیر وخوبی کامیاب ہونے کا اعلان کیا گیا۔

حضرت مولانا سید شاہ محمد محی الدین صاحب مدظلہ العالی کے انتخاب کے بعد جب اخبارات میں اعلان ہوا۔ تو بہت سے اکابر نے اس انتخاب پر اپنی مسرت وعقیدت کا اظہار کیا۔ اور حضور امیر شریعت کے نام بذریعہ خطوط اور تار کے مبارکباد کا پیغام آیا۔ بعض مقامات کے مسلمانوں نے جلسہ کر کے اظہار عقیدت اور سمع وطاعت امیر کی تجویز منظور کی۔ صوبہ سے باہر بھی بعض مقامات میں اس مقصد کیلئے جلسے ہوئے، اور اظہار مسرت سمع وطاعت اور مبارکباد کی تجویزیں منظور ہوئیں۔ جن کا تفصیلی ذکر اس مختصر رسالہ کی محدود وسعت کی گنجائش سے بالاتر ہے۔

امارت شرعیہ کے نظام کا لائحہ عمل

"قیام امارت کی تاریخ" اور "اسکی انقلابی اور آئینی دور کی توسیع" کے سلسلہ میں "نظریہ امارت، مقاصد امارت" کے متعلق جو کچھ اشارات ضمنی طور پر اس کتاب میں آگئے ہیں۔ ان کے مطالعہ کے بعد ہر سمجھدار اور مفکر انسان کے ذہن میں قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوگا۔ کہ ان مقاصد کو بروئے کار لانے کے لئے۔ کیا "لائحہ عمل" اختیار کیا گیا۔ اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ اختصار کے ساتھ امارت شرعیہ کے نظام کے لائحہ عمل کو بتا دیں۔ کہ دفتر امارت شرعیہ نے عملاً اس مقصد کے حصول کیلئے کیا طریق کار اختیار کیا۔؟

لیکن قبل اسکے کہ ہم اس "لائحہ عمل" پر روشنی ڈالیں۔ "مقاصد امارت" کے ان اشارات کو جو اس کتاب میں یا ادارہ امارت شرعیہ کی دوسری تحریروں میں ضمنی طریقہ پر آئے ہیں۔ اس موقع میں ایک جگہ اس لئے جمع کر دینا چاہتے ہیں۔ تاکہ امارت شرعیہ کے مقاصد کے پیش نظر ہو جانے کے بعد "امارت شرعیہ" کے نظام کے لائحہ عمل" کے متعلق غور و فکر سے کام لینے والے ارباب نظر کو اچھی طرح پورے انشراح صدر کے ساتھ یہ سمجھنے اور رائے قائم کرنے کا موقع ملے کہ ان مقاصد کے حصول کیلئے جو مخصوص طریقۂ کار اور جو سبیل امارت شرعیہ صوبہ بہار و اڑیسہ نے اختیار کیا ہے۔ وہ صحیح چارہ کار کی حیثیت

رکھتا ہے۔ یا نہیں؟ اور ہندوستان کی موجودہ حالت میں عملاً مفادِ اسلامی کے نقطۂ نظر سے یہی راہ صواب بلکہ صواب تر ہے یا نہیں؟

امارتِ شرعیہ کے مقاصد

آئینی دور کے سلسلہ میں اس دور کے حالات پر بحث کے سلسلہ میں ایک جگہ یہ ہے۔

مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحبؒ کے سامنے بھی مقصد کے لحاظ سے کوئی نئی چیز پیش نظر نہ تھی۔ بلکہ ان کا مقصد بھی وہی تھا۔ جو انقلابی دور کے اماموں کا تھا۔ یعنی اسلامی حقوق و مفاد کی نگہداشت، اسلامی اصول و فروع اور اسکے احکام کو بروئے کار لانے۔ اور بقدر وسعت اسکے اجراء اور تنفیذ کے مواقع پیدا کرنے کا تھا۔ (صفحہ ۳۰)

حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحبؒ نے وقت کی صحیح نباضی کرکے "قیام امارت شرعیہ" اور نصب امیر کے شرعی اور دینی مسئلہ کو جو وقت کا سب سے اہم مسئلہ تھا۔ اور آئین اسلامی کی رو سے واجب اور ناگزیر فریضہ تھا۔ اسی آئینی طریقہ سے شروع کیا۔ جس کا مقصد مسلمانوں کی صحیح مذہبی تنظیم اور ان کی اسلامی زندگی کی استواری۔ اسلامی حقوق و

مفاد کی نگہداشت، اسلامی اصول و فروع اور اس کے احکام
کو بروئے کار لانے۔ اور بقدرِ وسعت اسکے اجرا اور تنفیذ کے
مواقع پیدا کرنا تھا۔ اور نکاح و طلاق۔ میراث و خلع۔ کے
احکام کی صحیح شرعی صورت میں اقامت تھا۔ اور حضرت مولٰنا
شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں" اقامت جمعہ
واعیاد۔ وانکاح من لا ولی من الصغار۔ وحفظ مال غائب و
ایتام۔ وقسمت ترکات تنازع فیہا علی السہام کے فرائض کو
انجام دینا تھا۔ تا آنکہ تمکین فی الارض کی کلید ہاتھ آجائے۔

(صفحہ ۲۰)

"ہندوستان اور مسئلہ امارت" میں (جو ۱۳۴۷ھ کی تالیف
ہے۔ اور جسکو ادارہ امارت شرعیہ نے ۱۳۵۹ھ میں شائع کیا ہے)
امارت شرعیہ کے مقاصد کے متعلق حسب ذیل اشارات ہیں۔ حضرت
شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس فتوٰی پر جسکو ہم نے تاریخ
امارت کے شروع میں نقل کیا ہے۔ نوٹ لکھتے ہوئے لکھا گیا ہے۔
شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے فتوی کے آخری جملہ سے یہ غلط فہمی نہ
ہونی چاہیئے۔ کہ شاہ صاحب والی مسلم کو سیاسی امور میں مداخلت
سے ہمیشہ کیلئے بہر صورت منع کیا ہے۔ کیونکہ اسلامی سیاست کا
اقتضا تو یہ ہے۔ کہ پورے ملک پر" عدل و انصاف
کی حکومت قائم ہو" اور قوانین الٰہیہ کا نفاذ ہو" اور

یہی وہ مقصد ہے جسکے پورا کرنے کے لئے "قیام امارت" اور "ولایات اسلامیہ" کی ضرورت ہے" اور پھر اسکو ہمیشہ کیلئے کس طرح شجر ممنوعہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ (صفحہ ۱)

مغربی ذہنیت، یورپ کے شعار، اور مغربی جذبات و تخیل، کو غیر اسلامی بتلاتے ہوئے لکھا گیا ہے۔

اے غیور مسلمان! اے خود دار مسلمان! اے زندہ اسلاف کے اخلاف مسلمان! اے دنیا پر برتری اور عظمت رکھنے والی مسلمان قوم! یہ تو اسوۂ نبوی سے منحرف نہ ہو۔ یہ تو عہد نبوت کی سنت سے الگ نہ ہو۔ یہ تو خلافت راشدہ کو مت بھول۔ تیرے لئے وہی دلیل راہ ہے۔ وہی کلید باب ہے۔ اسی میں نجات ہے۔ وہی سبیل رشاد ہے۔ وہی صراط مستقیم ہے۔ پس ولایت و امارت کا وہی نقشہ صحیح ہے۔ جو آج سے پہلے اسوۂ نبوی۔ اور عہد نبوی اور ابتدا عہد خلفاء راشدین میں تھا۔ (صفحہ ۱۲۳)

پھر چند سطروں کے بعد اسی صفحہ پر ہے۔

وہ سب کچھ ہوسکتا ہے۔ جو آج سے تیرہ سو برس پہلے ہوا۔ مگر شرط یہ ہے کہ ہم آج کے بن کر نہ رہیں۔ بلکہ اس زمانے کے بن جائیں۔ جس پر تیرہ سو سال گذر چکے ہیں۔

"اسلام اور امارت فی دار الکفر" کے عنوان کے ماتحت لکھا گیا ہے۔

اس کا فریضہ یہ ہے۔ کہ وہ کمزوری کا علاج کرکے ایسی استطاعت اور فضا حاصل کرنے کی سعی کرے۔ جس سے تمام احکام شرعی نافذ ہوسکیں۔ (صفحہ ۴۵)

پھر اسی عنوان کے ذیل میں "یمامہ" کے دارالاسلام سے دارالحرب" اور پھر دارالحرب سے دارالاسلام بن جانے کے واقعہ کو امارت فی دارالکفر کے استشہاد میں پیش کرکے لکھا گیا ہے۔ کہ

دارالحرب میں امیر کا منتخب کرنا۔ کوئی نئی بدعت نہیں ہے۔ بلکہ عہد نبوی کا واقعہ ہے۔ اور صحابہ کرام کا اسوہ ہے۔ اور آج ہندوستان میں۔ خاص کر صوبہ بہار میں اسکی پیروی سے اسی سنت کا احیاء ہے۔ جو باعتبار نفس مقصد اور مناط حکم کے یکسانیت رکھتا ہے۔ (صفحہ ۵)

"ہندوستان اور مسئلہ امارت" کے دیباچہ میں علامہ سید سلیمان صاحب ندوی نے اس کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے۔

امامت کیا ہے؟ کسی ایک لائق شخص کی سرداری میں افراد امت کی ایسی شیرازہ بندی کہ ان پر جماعت کا اطلاق ہوسکے۔ احکام شرعی کا نفاذ و اجراء بقدر امکان انتظام پاسکے۔ اور جمعہ و جماعت اور نکاح و طلاق و میراث وغیرہ کے احکام کی تنفیذ ہوسکے۔ اور اگر اس سے زیادہ قوت ہو تو استخلاف و تمکین فی الارض کا وہ فرض بھی ادا ہوسکے جس کی بشارت قرآن پاک

دی ہے۔

اس سے پہلے ۱۳۴۳ھ میں حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب نائب امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ نے حضور امیر شریعت ثانی مدظلہ العالی کے انتخاب کے موقع پر جو اعلان شائع فرمایا تھا۔ اس میں اسکی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا تھا۔

اگرچہ ابھی وہ تمام مقاصد جو پیش نظر ہیں۔ اور بہتیرے امور جو امارت کے ماتحت انجام پانا چاہیے۔ اور مسلمانوں کو جس طرح قرون اولیٰ کی طرح متحد ہو کر طاقتور ہستی بن جانا چاہیے ابھی تک یہ سب نہیں ہوا۔ اور شائد ابھی ایک مدت تک انتظار کرنا پڑے۔

پھر اس سے پہلے ۱۳۴۱ھ میں حضور امیر شریعت اول رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مفاوضات میں حضرت مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محل لکھنؤ کے خط کا مسئلہ امارت کے متعلق جواب دیتے ہوئے۔ اسکے متعلق یہ تحریر فرمایا ہے

جمعیۃ علماء بہار کی غرض اس نظام جدید سے یہ ہے۔ کہ اس نظام کو شرعی صورت اور ہیئات کے ماتحت قائم کر کے مسلمانوں کو ایک مرکز اسلامی پر لایا جائے۔ اور امیر شریعت امور سیاسی و مذہبی دونوں کی نگرانی حتی الوسع کرے۔ اور فتنہ و فساد و شقاق و نفاق کو روکتے ہوئے اصلاح دینی کو پھیلانے کی جتنی صورتیں

ممکن ہوں ان کو انجام دے۔ اور اصل مقصد جو اسوقت تمام مسلمانان ہند بلکہ کل مسلمانان عالم کے پیش نظر ہے۔ اسکی طرف نہایت حزم واحتیاط اور نہایت قوت وسطوت کے ساتھ اجتماعی قدم اٹھایا جائے۔ (صفحہ ۲۱۷)

اس کے بعد آگے چل کر یہ فرمایا گیا ہے۔

اس بیعت کے بعد یہی کام پیش نظر ہے۔ کہ نظام شرعی منہاج نبوت کے ماتحت برپا کیا جائے۔ اور شرعی زندگی حاصل کی جائے (صفحہ ۲۱۸)

ان اقتباسات کے پیش کرنے کا اصل مقصد جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں۔ اس موقع میں یہ ہے۔ کہ

امارت شرعیہ کے مقاصد کے پیش نظر ہو جانے کے بعد امارت شرعیہ کے نظام کے لائحہ عمل کے متعلق غور وفکر سے کام لینے والے ارباب نظر کو اچھی طرح پورے انشراح صدر کے ساتھ یہ سمجھنے اور رائے قائم کرنے کا موقع ملے۔ کہ ان مقاصد کے حصول کیلئے جو مخصوص طریقہ کار اور جو سبیل دفتر امارت شرعیہ صوبہ بہار واڑیسہ نے اختیار کیا ہے۔ وہ صحیح چارۂ کار کی حیثیت رکھتا ہے۔ یا نہیں؟ اور ہندوستان کی موجودہ حالت میں عملاً مفاد اسلامی کے نقطۂ نظر سے یہی راہ صواب بلکہ صواب تر ہے۔ یا نہیں؟

لیکن اسی کے ساتھ ان مختلف اقتباسات سے ہم اپنے ناظرین کی توجہ کو

اس طرف بھی منعطف کرانا چاہتے ہیں۔ کہ تاسیس امارت شرعیہ سے لیکر آج تک یعنی ۱۳۳۹ھ سے لے کر ۱۳۶۲ھ تک جو امارت شرعیہ کی ۲۳ سالہ زندگی ہے اسکے ہر دور میں اسکے کارکن خدام کے سامنے امارت شرعیہ کا نصب العین واحد رہا۔ اور وہ جو کچھ عملاً کرتے رہے۔ وہ اسی نصب العین کو پیش نظر کرتے رہے جس کا حاصل دفعات کی شکل میں یہ ہے۔

۱۔ نظام امارت کو نظام شرعی یعنی منہاج نبوت پر قائم کرنا۔
۲۔ اس نظام کے ذریعہ بقدر امکان قوانین الہیہ اور احکام شرعی کا نفاذ و اجراء۔
۳۔ نیز اپنی کمزوری کا علاج کر کے ایسی استطاعت اور فضا حاصل کرنے کی سعی کرنی۔ جس سے تمام احکام شرعی نافذ ہو سکیں۔ اور پورے ملک پر عدل و انصاف کی حکومت قائم ہو سکے۔ تا آنکہ استخلاف اور تمکین فی الارض کا فریضہ ادا ہو سکے۔

۴۔ مسلمانوں کو مرکز اسلامی پر لانا یعنی اسکی سعی کہ مسلمان آج کے بنکر نہ رہیں۔ بلکہ عہد نبوت کے بنکر رہیں۔ اور ان کے فکر و عمل کا مرکزی نقطہ یہ ہو۔ کہ ہم خدا کے ہیں، ساری دنیا خدا کی ہے۔ لہذا ساری دنیا کیلئے اصلح وہی ہے جو خدا کا قانون اور اسکی وحی ہے۔
۵۔ ان کے اندر اصلاح دینی کی اشاعت، اور ان کے سیاسی

اور مذہبی امور کی نگرانی۔

امارت شرعیہ ان ہی بینگانہ تعمیری مقاصد کے پیش نظر قائم ہوئی۔ اور ان ہی کو سامنے رکھ کر آج تک کام کر رہی ہے نصب امیر، قیام امارت، کس طرح عمل میں آیا۔ گذشتہ صفحات میں جو تفصیل گذر چکی ہے۔ وہ اسکی شہادت کیلئے کافی ہے۔ کہ اس میں نہ تو موجودہ دستوری حکومت (امارت) کی اتباع کی گئی۔ نہ موجودہ جمہوری حکومت کے طریقہ و آئین کی پیروی کی گئی۔ بلکہ جو کچھ کیا گیا وہ خلافت راشدہ کے اصول پر کیا گیا جس کا قیام منہاج نبوت پر تھا۔

لائحہ عمل

قیام امارت کے بعد حضور امیر شریعت کی ذات اقدس تھی۔ اور نائب امیر شریعت کا وجود گرامی۔ اور ارباب حل وعقد کی ایک مجلس شوریٰ۔ باہمی تعاون وتناصر اور مشاورت سے "تعمیری لائحہ عمل" تیار ہوا۔ کہ پھلواری شریف میں "دفتر امارت شرعیہ صوبہ بہار واڑیسہ" کی بنیاد رکھی گئی۔ اور دفتر کو متحرک کرنے کیلئے چند شعبوں کا قیام کیا گیا۔ اور اضلاع بہار میں بیعت عامہ کیلئے وفود روانہ کیے گئے۔ ابتداءً جن اہم شعبوں کا قیام ہوا وہ حسب ذیل تھے۔

شعبہ دارالقضاء۔ شعبہ دارالافتاء۔ شعبہ تنظیم۔ شعبہ تحفظ مسلمین۔

شعبہ بیت المال ۔

کچھ دنوں کے بعد حالات کے اقتضاء نے مجبور کیا ۔ کہ تعمیری کاموں کے ساتھ کچھ دفاعی کام بھی مفاد اسلامی کے نقطۂ نظر سے کیا جائے جو موجودہ دور میں ناگزیر ہیں ۔ تو ان کے متعلق بھی دفتر امارت شرعیہ کو مخصوص طریقہ کار "شرعی نقطۂ نظر" کو سامنے رکھ کر اختیار کرنا پڑا جس کو ہم آخر کتاب میں "دفاعی خدمات" کے عنوانات کے ماتحت بیان کریں گے ۔ اس جگہ ہم تعمیری شعبوں پر مختصر الفاظ میں روشنی ڈالیں گے ۔ تفصیلی حالات دفتر امارت شرعیہ کے "بست سالہ رپورٹ" میں ملیں گے ۔ جسکو دفتر امارت شرعیہ ترتیب دے رہا ہے ۔

شعبہ دار القضاء

"امارت شرعیہ" کے مقاصد پنجگانہ میں دوسرا مقصد بقدر امکان قوانین الٰہیہ کا نفاذ اور اجراء تھا ۔ اس لئے بلا تاخیر ایک دن کے سب سے پہلے یہ شعبہ قائم کیا گیا ۔ تاکہ اسکے ذریعہ قوانین الٰہیہ کا مسلمانوں پر نفاذ اور اجراء کیا جائے ۔ اور عملاً مسلمانوں کو یہ بتایا جائے کہ شرعاً اسلامی نقطۂ نظر سے
یہ جائز نہیں ہے ۔ کہ غیر اسلامی حکومت کے
غیر اسلامی حاکم یا عدالت میں مسلمان اپنے معاملات رجوع کریں ۔
کیونکہ مسلمانوں کیلئے مسلمانوں کے خدا کا حکم یہ ہے ۔ کہ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ

(انعام ع۔ت) حکومت صرف خدا کیلئے ہے۔ اس کا فیصلہ یہ ہے
الا لہ الحکم وھو اسرع الحاسبین (انعام ع) خوب سمجھ لو اللہ ہی حاکم
ہے۔ اور بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ اس کا اعلان ہے۔
ولہ الحکم والیہ ترجعون۔ اقصص ع۔ ۹ (پ) حکومت صرف خدا کی ہے۔
اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ ما حاصل یہ کہ قرآن کا
نظریہ یہ ہے۔ کہ پوری کائنات عالم پر صرف ایک خدا کی ذات
حاکم ہے۔ وہی بادشاہ ہے۔ اسی کی حکومت ہے۔ لہذا مسلمان
کو اسی کے قانون کے ماتحت اسلامی عدالت میں اپنے معاملات
کو فیصلے کیلئے لے جانا چاہیئے۔ اس مقصد کے حصول کیلئے امارت
شرعیہ نے جس طرح عملاً دار القضاء کی بنیاد رکھدی۔ اسی کے
ساتھ اپنے شعبہ تبلیغ کے مبلغوں کو بھی ہدایت کی کہ وہ تمام
مسلمانوں کو اس فریضہ سے باخبر کریں اور بلا خوف مسلمانوں
میں اسکی تبلیغ کریں۔ پھر اسی کے ساتھ دار القضاء کے عملی کارروائی
کی ابتدا اس سے کی گئی۔ کہ مدعی کے مقدمہ کو دائر کرنیکے بعد
فریقین کو پہلی اور ابتدائی اطلاع جس اطلاع نامہ کے ذریعہ سے
دی جائے وہ مطبوعہ فارم ہو جس میں ان کے لئے اس اسلامی
مسئلہ کی ہدایت ہوتی۔

چنانچہ دار القضاء سے فریقین کے نام جو اطلاع جاتی ہے۔ اس کی
صورت یہ ہوتی ہے۔

اسلام کا ایک اہم مسئلہ

اسلام کی تعلیمات میں سے ایک اہم تعلیم یہ ہے کہ مسلمانوں کو اپنے معاملات غیر مسلموں کی طرف رجوع نہ کرنا چاہیے۔ ایک موقع پر قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ اَنَّھُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَی الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ یَّكْفُرُوْا بِهٖ وَیُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِیْدًا (النساء ۹ ۱)

یعنی کیا آپ نے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب پر ایمان رکھتے ہیں جو آپ پر نازل

اطلاع

بنام

مدعا علیہ

عدالت دار القضاء پھلواری شریف پٹنہ

خصوصت (مقدمہ) - نمبر ـــــ سنہ ۱۴

ساکن

ساکنان

مدعی

مدعیان

بنام

ساکن

ساکنان

مدعا علیہ

مدعا علیہم

مدعی / مدعیان نے ایک دعویٰ آپ پر اس دار القضاء (عدالت شرعیہ) میں دائر کیا ہے جس کی نقل منسلک

کی گئی (مگر وہ اپنے مقدمات شیطان (کافروں) کے پاس لے جانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ ان کو (اللہ تعالےٰ کی طرف سے) یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس کو (حکم و حاکم) تسلیم نہ کریں (لیکن) شیطان ان (مسلمانوں) کو بہکا کر بہت دور لے جانا چاہتا ہے۔

اس آیت کا مفہوم و مقصد یہ ہے کہ کافروں کو حکم و حاکم نہ بنانا چاہیئے۔ ان کے پاس مقدمات فیصلہ کے لئے لیجانا گمراہی و ضلالت ہے۔

اس آیت سے پہلے ارشاد ہے۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ

اطلاع کے ساتھ آپ کے پاس جاتی ہے۔ رفع خصومت (داخل بیان تحریری) کے لئے تاریخ .... سنہ ۱۳ھ مقرر کی گئی ہے۔ آپ تاریخ مذکور تک بیان تحریری .... داخل کیجئے۔

دستخط قاضی شریعت ....

تاریخ تحریر ..... ماہ ..... سنہ ۱۳ھ

یعنی اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی۔ اطاعت کرو رسول کی اور صاحب امر (امیر) کی بھی جو تم (مسلمانوں) سے ہو۔ اور جب کسی امر میں نزاع ہو تو اللہ اور رسول یعنی اللہ اور محمد رسول اللہ صلعم کے احکام کی طرف رجوع کرو جس کا مفاد یہ ہے کہ اپنے معاملات اور مقدمات کا فیصلہ اسلامی احکام کے مطابق ان مسلمانوں سے طلب کرو جو اس کے اہل ہوں۔ خلاصہ یہ ہے کہ نزاعات جھگڑوں کو ختم کرنا یا اپنے مقدمات جماعت مسلمین کو چھوڑ کر غیر مسلموں کے پاس لے جانا معصیت اور گناہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی فقہ نے غیر مسلم ملک میں قاضی شرع اور امیر مسلم کے قیام کو ضروری قرار دیا تاکہ مسلمان اس گناہ اور ذلت سے محفوظ رہیں اور خدا کے نافرمان نہ بنیں۔ گناہ و عذاب کے تحفظ

کے علاوہ دنیاوی لحاظ سے بھی امر مناسب ہے کہ جو بات آسانی سے مسلمانوں کو اپنی قومی عدالت (دار القضاء) سے حاصل ہو جائے۔ اس کے لئے زیر باری، پریشانی، بے غیرتی اور ذلت برداشت و گوارا کی جائے۔ اس لئے مسلمان کا فرض ہے کہ دار القضاء میں اپنے معاملات پیش کرے۔ اور اللہ اور رسول کے حکم کے آگے اپنا سر جھکائے۔ دین و دنیا کی سرخروئی اور بھلائی کا یہی سیدھا راستہ ہے اور [illegible]

اس شعبہ کے قیام میں غیر معمولی سہولت یوں حاصل ہوئی کہ علماء بہار کی جمعیۃ کے دوسرے اجلاس میں جو ۲۵ شعبان ۱۳۳۹ھ کو پھلواری شریف میں منعقد ہوا تھا۔ دار القضاء کی تجویز منظور ہوئی تھی۔ اور ۲۶ شعبان ۱۳۳۹ھ کو جلسہ منتظمہ علماء بہار نے یہ تجویز منظور کی تھی کہ

> ارکان انتظامیہ کی یہ مجلس تجویز کرتی ہے۔ کہ حسب تجویز ۵ اجلاس دوم منعقدہ ۲۵ شعبان ۱۳۳۹ھ ایک دار القضاء پھلواری شریف میں قائم کیا جائے جس کے قاضی جناب مولٰنا سید نور الحسن صاحب ہوں الخ

اس تجویز کی بنا پر حضرت مولانا قاضی سید نور الحسن صاحب نے مسلسل دار القضاء کا شعبہ قائم کر دیا تھا۔ اور آپ کی خداداد قابلیت اور بصیرت سے یہ شعبہ اپنی خدمت کو باحسن وجوہ انجام دے رہا تھا۔ امارت شرعیہ کے قیام کے بعد جمعیۃ علماء بہار کے اس شعبہ دار القضاء کو امارت شرعیہ کی طرف منتقل کر دیا گیا جو آج تک حضرت مولانا قاضی سید نور الحسن صاحب مدظلہ کی ذمہ داری میں اپنی خدمت انجام دے رہا ہے۔ اور بحمد اللہ یہ شعبہ نہایت کامیاب ہے۔ جس کا اندازہ حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحب نائب امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے اس مضمون سے ہو سکتا ہے جو "تحدیث نعمت" کے عنوان سے مولٰنا رحمۃ اللہ علیہ نے جریدہ امارت جلد ۳ ۳۴۷ ؁ میں تحریر فرمایا ہے۔ اور امارت شرعیہ کے تقریباً کم و بیش سات آٹھ سال کی

خدمات پر روشنی ڈالی ہے۔ مولٰنا رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ یہ ہیں:۔

خدماتِ دار القضاء

قیام ولایت و امارت شرعیہ کا ایک نہایت اہم دینی مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کی بعض وہ شرعی ضرورتیں انجام پائیں۔ جو حکومت غیر مسلم کی عدالتوں سے انجام نہیں پاسکتیں۔ ان ہی میں سے ایک اہم مسئلہ قیام محکمہ قضا کا ہے۔ یہی ایک ایسا شعبہ ہے جسکی بابت لوگوں کو شکوک و شبہات تھے۔ کہ حکومت کافرہ کی موجودگی میں چل نہیں سکتا۔ لیکن اب تجربہ کے بعد یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے۔ کہ دین و مذہب سے بے زنبتی کے باوجود۔ اگر لائق کارکن اس شعبہ کو میسر آجائیں تو نہایت کامیابی کے ساتھ یہ شعبہ کامیاب ہوسکتا ہے۔ چنانچہ ہم واقفیت عامہ کیلئے دار القضاء پھلواری شریف کے مقدمات کی تعداد بہ تفصیل نوعیت مقدمہ ذیل میں درج کرتے ہیں۔ اس سے صحیح اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

مقدمات فسخ نکاح بوجوہ شرعی۔ خیار بلوغ۔ و عدم کفو و عذر جنون وغیرہ کی بنا پر فسخ نکاح و تفریق کیلئے اسی اثنا میں چوالیس (۴۴) مقدمات دائر ہوئے۔ اور ستائیس (۲۷) فیصل و نافذ ہوئے۔ اور تین آخر ۱۳۴۲ھ میں زیر سماعت تھے۔

خصومتہ الحقوق یعنی دیوانی | اس صنف کے ایک سو باسٹھ (۱۶۲) مقدمات دائر ہوئے۔ جن میں بیاسی (۸۲) خارج۔ اور اناسی (۷۹) فیصل و نافذ ہوئے باقی ایک زیر سماعت تھا۔

مقدمہ جنایات یعنی فوجداری :۔ | اس صنف کے سترہ (۱۷) مقدمات دائر ہوئے۔ جس میں نو خارج اور آٹھ فیصل ہوئے۔

مقدمہ تولیت مساجد :۔ | سات مقدمات اس صنف کے دائر ہوئے۔ جن میں سے دو خارج اور پانچ فیصل ہوئے۔

مقدمہ ولایت نکاح صغار :۔ | اس صنف کا ایک مقدمہ دائر ہوا۔ اور وہ فیصل و نافذ ہوا۔ یہ مقدمہ نہایت اہم تھا۔

مقدمہ زوجہ مفقود الخبر | اس صنف کے چار مقدمات دائر ہوئے۔ جن میں سے ایک خارج، چار فیصل ہوئے۔

مقدمات منتقل از انگریزی عدالت ۔ | تین مقدمات دیوانی کے انگریزی عدالت سے منتقل ہو کر آئے۔ وہ تینوں فیصل ہوئے۔

ان تمام مقدمات کی مکمل مسل موجود ہے۔ اور اس لائق ہے۔ کہ اہل علم حضرات اس کو دیکھیں۔ اور پھر دارالقضا کی کارگزاریوں کو غور سے پڑھیں۔ تو ان کو صحیح اندازہ ہوگا۔ کہ یہ محکمہ کس قدر ضروری ہے۔ اور یہ بھی واضح ہوگا۔ کہ کم از کم فیصدی پچاس مقدمات تو یقیناً فیصل اور نافذ ہو سکتے ہیں۔ اور بے دینی اور الحاد میں اسقدر کامیابی ایک حیرت انگیز امر ہے۔

مذکورالصدر تفصیلی اعداد سے معلوم ہوا۔ کہ مقدمات دائر شدہ کی تعداد دو سو اڑتیس (۲۳۸) ہے۔ اور خارج شدہ کی تعداد ایک سو آٹھ (۱۰۸) اور فیصل شدہ کی تعداد ایک سو چھبیس (۱۲۶) ہے۔ زیر سماعت کی چار (۴) ہے۔ اگر یہی مقدمات انگریزی عدالت میں دائر ہوتے۔ تو علاوہ شرعی قباحتوں اور گناہوں کے نہ معلوم کتنے ہزار روپئے برباد ہوتے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ کہ اگر اس محکمہ کو وسعت دی جائے۔ اور اسکے اسباب و ذرائع اختیار کئے جائیں۔ تو ہزاروں ہزار مسلمان آج بھی موجود ہیں۔ جو صرف خدا و رسول کے احکام کی اطاعت کرنے کو آمادہ ہیں۔ اور کم از کم یہ ہے۔ کہ اس محکمہ کو قائم کر کے مسلمانوں کے ارباب حل و عقد خدا اور رسول کے نزدیک نہ صرف یہ کہ جوابدہی سے سبکدوش ہو گئے ہیں۔ بلکہ انہوں نے خدا و رسول کی خوشنودی حاصل کر لی ہے۔ (انتہیٰ)

آج برطانوی ہند کے تمام اسلامی جماعتوں میں یہ فخر صرف بہار میں

امارت شرعیہ کو حاصل ہے۔ کہ وہ قوانین الہیہ کے نفاذ کیلئے عملاً یہ خدمت انجام دے رہی ہے۔ اور اس کا یہ نصب العین شرمندۂ عمل نہیں ہے۔ بلکہ بقدر امکان وہ اس کے لئے ساعی ہے۔ اور اسکی سعی مشکور ہے۔ فالحمد للہ علی ذلک۔

شعبہ دار الافتاء

یہ شعبہ دینی مقاصد کے اعتبار سے ہمیشہ اہم رہا ہے۔ خصوصاً اس زمانہ میں جب کہ معاملات تیزی کے ساتھ نئی نئی صورتیں اختیار کرتے جاتے ہیں۔ اور تمدنی ضرورتیں معاملات کی نئی شکل میں ڈھل ڈھل کر کاروبار میں تبدیل ہو رہی ہیں۔ اور ملک میں آئے دن ان کے عمومی پرچار اور شیوع سے نئے نئے سوال اور نئی نئی بحثیں پیدا ہو رہی ہیں۔ اور پیدا مسلمان اسکے حل اور اسکے متعلق اسلامی احکام کے جاننے کے لئے استفتاء کرتے ہیں۔

پھر مزید براں اس شعبہ کی اہمیت اس وجہ سے اور زیادہ ہو گئی ہے کہ آئے دن جدید ماحول کے اندر مختلف قسم کے گروہ اور مختلف قسم کی جماعتیں دین اور اسلام کے نام پر پیدا ہو رہی ہیں۔ جو مسلمانوں میں دین کے نام سے غلط معتقدات غلط نظریوں کا نشر کر رہی ہیں۔ جن کی پوری نگرانی یہ شعبہ کرتا ہے۔ اور ان کے متعلق مسلمانوں کیلئے صحیح مواد فراہم کرتا ہے۔ جسکی تفصیل آپ کو بست سالہ رپورٹ میں ملے گی۔ اس شعبہ

کی اہمیت اور خدمت کے متعلق تحدیث نعمت میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے مختصراً جو کچھ لکھا ہے ان کے الفاظ میں یہ ہے ۔

خدمات دارالافتاء

امارت شرعیہ کے ماتحت ایک نہایت ضروری صیغہ دارالافتاء کا ہے ۔ جہاں تمام صوبہ بلکہ بیرون صوبہ سے آئے ہوئے استفتاؤں کا جواب دیا جاتا ہے ۔ اس صیغہ میں چند جید فقیہ علماء کی ضرورت ہے ۔ مگر مالی دقتوں کی وجہ سے اس صیغہ کیلئے جو لائحہ عمل ہے ۔ وہ اب تک پورا نہ ہو سکا ۔ تاہم اس صیغہ کا کام جاری نہ کرنا غیر ممکن تھا ۔ اس لئے اب تک نہایت دقتوں کے ساتھ اس کام کو بھی انجام دیا گیا ۔ جب کاموں کی کثرت ہوئی ۔ تو انتظامی مصالح کی بناء پر جو دفتر گیا میں قائم کیا گیا تھا ۔ فتویٰ نویسی کی خدمت دارالقضاء گیا کے بھی سپرد کی گئی ۔ اس طرح پر چند سالوں تک فتویٰ نویسی کا کام پھلواری شریف اور گیا ۔ دونوں جگہوں میں جاری رہا ۔ افسوس ہے کہ صیغہ دارالافتاء کے دونوں جگہ کے رجسٹر اسوقت ہمارے پاس نہیں ہیں ۔ صرف پھلواری شریف کے دارالافتاء کا رجسٹر ہمارے سامنے ہے ۔ جس میں اکثر فتاویٰ مسائل کے جواب دفتر سے روانہ کیے گئے ہیں ۔ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے ۔ کہ ۱۳۴۶ھ تک ایک ہزار تین سو نو (۱۳۰۹) مسائل کے جواب دفتر سے روانہ کیے گئے ہیں ۔

اس کے علاوہ بہت سے ایسے فتاوے بھی دفتر میں ہیں جنکی نقل نہ ہو سکی انتہیٰ

اس کے علاوہ قرب و جوار اور دوسرے اضلاع سے سفر کر کے بھی دارالافتاء میں ایسے حضرات زبانی استفتار کے لئے آتے ہیں۔ جو اپنی طمانیت اس میں سمجھتے ہیں۔ کہ معاملات کے ہر گوشہ کو وہ مفتی صاحب کے سامنے خود سے رکھیں۔ اور اس کا حل اور جواب سنیں۔ اور اس میں بھی شبہات ہوں۔ تو ان کا بھی ازالہ کریں —— بعض موقع میں غیر مسلم بھی آتے ہیں۔ اور اسلامی مسائل کے متعلق اپنی طمانیت کرتے ہیں۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ یہ ان کے رشد کا ذریعہ اور ہدایت کا سبب بن جاتا ہے۔ وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۔

شعبہ تنظیم

اس شعبہ کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کی تنظیم خالص اسلامی اصول پر ہو۔ اس مقصد کو انجام دینے کے لئے دفتر امارت شرعیہ سے منتظم صاحب بھیجے جاتے ہیں۔ ان کو دفتر امارت شرعیہ سے سند تنظیم ملتی ہے۔ اس پر ناظم امارت شرعیہ کے دستخط اور دفتر امارت شرعیہ کی مہر ہوتی ہے۔ اور ان کی سند تنظیم میں خصوصی ہدایات ہوتی ہیں۔

منتظم صاحب ہر گاؤں میں پہنچ کر۔ وہاں کے مسلمانوں کو جمع کرتے ہیں۔ اور ان کو بتاتے ہیں۔ کہ شرعی تنظیم کیا ہے؟ اور جماعتی

زندگی جو شرع کا مطلوب و مقصود ہے۔ اور جس میں منسلک ہو کر زندگی گذارنا ہر مسلمان کا فریضہ شرعی ہے۔ اسکی شرعی صورت کیا ہے؟
اس سلسلہ میں امارت۔ امیر۔ امیر کی اطاعت۔ اور اس کے ساتھ وابستہ ہو کر دینی فرائض و واجبات کی ادائیگی کی اہمیت۔ ضرورت۔ اور اسکی شرعی حیثیت بتائی جاتی ہے۔ اور ان سے کہا جاتا ہے۔ کہ آپ لوگ اپنے گاؤں کا ایک سردار منتخب کریں۔ جس کا لقب "نقیب" ہوگا۔ اور یہ نقیب صاحب اپنے گاؤں کے مسلمانوں اور امیر شریعت مدظلہ کے درمیان واسطہ رہیں گے۔ جو آپ کی دینی ضرورتوں کو حضور امیر شریعت تک بواسطہ دفتر امارت شرعیہ پہنچائیں گے۔ اور امارت شرعیہ کے احکام اور حضور امیر شریعت کے فرمان کو آپ تک پہنچائیں گے۔
اس کے بعد وہاں کے مسلمانوں کی تنظیم کرکے۔ اور ان پر قومی محصول تشخیص کرکے رجسٹر تنظیم دفتر بیت المال میں بھیج دیتے ہیں۔ پھر دفتر بیت المال سے تنظیم کردہ اور تشخیص کردہ قومی محصول کی وصولی کیلئے "عامل" بھیجے جاتے ہیں۔ ان کو بیت المال سے "سند" ملتی ہے۔ جس پر ناظم بیت المال کے دستخط اور بیت المال کی مہر ہوتی ہے۔ اور اس میں بھی ان کے لئے خصوصی ہدایات ہوتی ہیں۔
ہر گاؤں میں یا شہر کے محلہ میں جو "نقیب" منتخب ہوتے ہیں۔

ان کے لئے بھی خاص ہدایات ہوتی ہیں۔ کہ وہ کس طرح مسلمانوں
کو متحد رکھیں۔ اور مقامی مسلمانوں کی کیا کیا خدمتیں انجام دیں۔
ان کا ایک مفصل پروگرام ہوتا ہے۔ جسکی ان کے "سند نقابت"
میں تصریح ہوتی ہے "سند نقابت" کا مضمون یہ ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　　　نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

یا ایہا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطان انہ لکم عدو مبین

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اطاع الامیر فقد اطاعنی ومن عصی الامیر فقد عصانی

نقابت

امارت شرعیہ　　تاریخ　　ماہ
پھلواری شریف

برادر محترم جناب ...... نقیب موضع ..... ڈاکخانہ ... ضلع ... تھانہ۔

زاد لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ واحسانہ

جناب کو اس عریضہ کے ذریعہ میں بتانا چاہتا ہوں کہ نقابت کیا چیز ہے
اسکی اہمیت کیا ہے۔ نقیب کا مرتبہ کیا ہے، اور اس کے فرائض
کیا ہیں :-

ہمارے آقائے نامدار سردارِ دو جہاں نبی اکرم رسول معظم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے ہجرت کرنے سے قبل مدینہ کے لیئے وہاں کے بارہ قبیلوں میں سے ایک ایک شخص کو نقیب کا خطاب اور عہدہ دیئے کر (حضرت سعدؓ بن ربیع سعدؓ بن خثیمہ۔ سعدؓ بن عبادہ۔ اسیدؓ بن حضیر۔ اسعدؓ بن زرارہ۔ منذرؓ بن عمر۔ براءؓ بن معرور۔ ابوالہیثمؓ۔ عبداللہؓ بن رواحہ۔ عبداللہؓ بن عمرو بن حرام۔ عبادہؓ بن صامت۔ رافعؓ بن مالک رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کو) بارہ نقیب مقرر کیئے۔ یہ حضرات اپنے اپنے محلہ کے نقیب اور اپنے اپنے موضع کے سردار تھے۔ باوجود اپنے دنیاوی تعلقات و ضروریات کے اپنے اپنے مذہبی خدمات کو باعث فخر سمجھ کر بجا آوری میں اپنی جانیں لڑا دیتے تھے۔ اور کسی کے خوف اور کومتہ لائم وغیرہ کا خیال نہ کرتے تھے۔

ان مقدس حضرات نے مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر اطاعت و فرمانبرداری کی بیعت اس وقت کی تھی جبکہ تمام کفار و مشرکین کا غلبہ تھا۔ اور زبان سے خدا کا نام لینا ایک سخت جرم اور بدترین معصیت سمجھی جاتی تھی، مگر ان کی ہمت اور شجاعت اور الوالعزمی کو دیکھنا چاہیئے کہ ایسے نازک وقت اور کٹھن گھڑی میں انھوں نے فقط اس بات کا عہد و پیمان کیا تھا اور صرف اس امر پر بیعت کی تھی کہ اپنے مقدس دین اسلام کی حفاظت اور بقا کے لیئے اگر قیصر و کسریٰ

جیسی باجبروت سلطنتوں کا مقابلہ کرنا پڑے تو ہم پروا
نہ کریں گے۔ اور دنیا کی کسی طاقت سے ہرگز خوفزدہ
نہ ہوں گے۔ اور ہماری راہ میں جو روڑے حائل ہونگے
ان کو ہٹا کر اپنے دینی اور اسلامی مقاصد کی انجام دہی میں
اپنی جان توڑ کوششوں سے باز نہ آئیں گے۔ اللہ اکبر
چنانچہ ان حضرات نے مدینہ جا کر خدا اور رسول کے جملہ احکام
کی پابندی اور فرمانبرداری کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی عدم موجودگی میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں محض لوجہ اللہ
نہایت خلوص اور مستعدی کے ساتھ ہر طرح کی قربانی اور ایثار
کر کے اپنی جان توڑ اور بلیغ کوششوں سے کام لیا۔ جس کا نتیجہ
یہ ہوا کہ بہتیرے لوگوں کو اسلام کی طرف پورے طور پر مائل اور
متوجہ کر کے مدینہ کی سرزمین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی تشریف آوری کے لئے بالکل ہموار کر دیا۔ (رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ)

مقدس اسلام کی ان مبارک ہستیوں نے جس اخلاص،
جاں نثاری، جانفروشی اور اولوالعزمی کے ساتھ اسلامی خدمات
انجام دیئے۔ اس کا ہزارواں حصہ بھی اگر آج کوئی نقیب
انجام دیدے تو بسا غنیمت ہو۔ اور روز افزوں اسلام کی
ترقی اور تمام ادیان پر دین اسلام کا غلبہ ہو جائے۔

نقیب ایک ایسا عہدہ ہے۔ اور اس میں وہ شرف ہے

کہ ابتدائے عہد نبوت اور تقریباً ساڑھے تیرہ سو سال گذرنے
کے بعد اس کا اعادہ آپ کی مبارک سرزمین صوبہ بہار
میں ہوا ہے۔ نقیب ایک طرف اپنی قوم اپنی جماعت اپنے موضع
اور اپنے محلہ کا منتخب شدہ سردار ہوتا ہے جو اپنی قوم کی
بُرائی بھلائی کا ذمہ دار ہوا کرتا ہے۔ اور دوسری طرف
وہ اپنے امامین (شریعت) کا معتمد علیہ اور قوم و امامین کے درمیان
ایک ذریعہ اور واسطہ ہوتا ہے۔ اس لئے ہر ایک نقیب کو
چاہیئے کہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں غفلت نہ کرے اور اس
کے فرائض امور دہی ہیں جو اس کی قوم نے اور اس کے امیر نے
خدا اور رسول کے حکم کے مطابق بتائے اور اُسے انجام دینے کو
سپرد کئے ہوں۔ اور اس کا نصب العین وہی ہے جو نقبائے
رسالت کے عہد و پیمان میں مذکور ہے۔

پس بشارت اور سرخروئی و سربلندی ہے اولوالعزم اور
عالی ہمت نقیب کے لئے جو ہمارے سردار دو جہاں شفیع
مجرماں حضرت رسول خدا احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ
و آلہ و اصحابہ وسلم کے نقبائے انصار کی پیروی کرتے ہوئے
ہر قسم کی نصرت و اعانت کر کے محض لوجہ اللہ باوجود دنیاوی
تعلقات اور ضروریات کے نہایت خلوص و ہمدردی کے
ساتھ اسلام کی اشاعت و حفاظت اور اُس کی بقا کے لئے

اپنی تبلیغ کوششوں سے کام لے کر اسلامی خدمات کی انجام
دہی کے واسطے ہر طرح مستعد وتیار رہے۔
شمس کی مانند عالم میں بسر کر زندگی تاکہ تیری ذات سے سارے جہاں میں نور ہو
آج بہ حکم حضرت امیر شریعت مدظلہ العالی اس خط کے ذریعہ
نقیب کے تفصیلی فرائض سے ہم آپ کو آگاہ کرتے ہیں تاکہ آپ
اسکو اپنے پاس رکھیں جس سے آپ کی یاد تازہ رہے۔ اگرچہ مبلغین
کی زبانی بھی آپ کو معلوم ہوچکے ہوں گے۔ اور دفتر کے بعض خطوط سے
بھی آپ کو اطلاع ملی ہوگی۔ مگر نقیب کے فرائض کا قلمبند رہنا
نہایت ضروری ہے۔ پس اس پرچہ کو بہ غور ملاحظہ فرماکر بطور سند
اپنے پاس بحفاظت رکھیں اور ضائع نہ ہونے دیں۔

نقبائے صوبہ بہار واڑیسہ کے فرائض

چونکہ ہر ایک نقیب اپنے حلقہ یا موضع کی مسلم آبادی
کا مذہبی حیثیت سے ایک ممتاز سردار ہوا کرتا ہے اس لیے
اس کا فرض ہے کہ :۔

(۱) ہمیشہ احکام شریعت کا پابند رہے۔ اور اس امر کی کوشش
کرے کہ اس کی ذات سے کسی مسلمان کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔
(۲) دوسرے مسلمان بھائیوں کے ساتھ بالکل مساویانہ اخوت
اسلامی کا برتاؤ رکھے۔ (۳) مسلمانوں میں نفاق اور پھوٹ نہ ہونے دے

(۴) اپنا انداز ہر ایک سے غیر جانبدارانہ رکھے (۵) جب کسی محلہ میں دو شخصوں یا دو گھروں میں اختلاف ہو تو پہلے صلح کرانے کی کوشش کرے اگر وہ صلح پر رضامند نہ ہوں تو پھر کوشش کرے کہ شرعی عدالت میں مقدمہ جائے۔ (۶) اگر خود اس میں ان کو ناکامی ہو تو پھر دفتر امارت شرعیہ میں اسکی اطلاع دیں (۷) اگر اسکے حلقہ یا موضع میں مسلمانوں کے متعلق کوئی اندیشہ ناک واقعہ پیش آگیا ہو یا پیش آنے کا خوف ہو تو فوراً دفتر کو مطلع کرنا چاہیے۔ (۸) اپنے حلقہ یا موضع کے ہر شخص سے ہر سہ ماہی کا قومی محصول کو وغیرہ وصول کرنا اور اسکی رسید دے کر رجسٹر میں لکھنا (۹) قومی محصول کی جمع شدہ رقم مع تفصیل دفتر بیت المال سے ناظم صاحب کے پاس بھیجنا۔ (۱۰) مقامی مذہبی ضروریات کی اطلاع دفتر امارت شرعیہ میں دیتے رہنا (۱۱) دفتر سے مبلغ صاحب یا عامل صاحب یا خط کے ذریعہ جو ہدایت بھیجی جائے یا فرمان بھیجا جائے اس کے مطابق عمل کرنا۔ (۱۲) کافروں کی سازشوں سے ہوشیار رہکر غیر مسلموں کو اسلام کی طرف مائل کرکے حلقہ بگوش اسلام کرنے کی کوشش کرنا۔ اور اپنی کامیابی کی اطلاع دفتر کو دیتے رہنا۔ (۱۳) مسلمانوں کو ترغیب دینا کہ صحت جسمانی کیلئے ورزش کیا کریں۔ و نیز اپنی ذات اور اپنی قوم اور اپنے پڑوسیوں کی جان و مال کی حفاظت کے لئے لاٹھی، لکڑی وغیرہ اور قانوناً

دیگر جائز اسلحہ کی مشق کرنا اور دشمنان دین کے حملہ سے محفوظ ر
کی نیت سے ایسا کرنا واجب اور عبادت ہے۔ (۱۴) شا
و دیگر تقریبات میں فضول خرچی سے سب سے پہلے خود بچنا اور
مسلمانوں کو بھی روکنا۔ نیز مسلمانوں کو تجارت و حرفت کی تر
دینا۔ اور بستی میں جو مسلمان تاجر ہو اس سے سودا خرید کر کے ا
حوصلہ افزائی کرنا۔ اور تمام دوسرے مسلمانوں کو بھی اس
حوصلہ افزائی کی طرف توجہ دلانا۔

آپ کو چاہیئے کہ ان امور کو محفوظ رکھیں۔ اور ان
مطابق عمل کرنے کی کوشش کریں۔ اگر آپ اپنے فرائض ا
نہ دیں گے تو پھر کیونکر یہ انجام پا سکیں گے۔ اور آئندہ جو ا
اسلامی مقاصد انجام دینے ہیں وہ کیونکر پورے ہوں گے۔

دستخط حضرت امیر شریعت مدظلہ العالی
دستخط نائب امیر شریعت۔ یا ناظم امارت شرعیہ

منتظم صاحب جو دفتر امارت شرعیہ سے تنظیم کے لئے جاتے ہیں یا
ان کو دفتر امارت سے جو سند اور ہدایات ملتی ہیں۔ اس کے
الفاظ یہ ہیں :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم و الہٖ وصحبہ اجمعین

سند ناظم قومی محصول از شعبہ تبلیغ دارالامارۃ صوبہ بہار

برادران اسلام کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ جناب ..... ساکن
..... کو میں نے منظم قومی محصول دعشر و زکوٰۃ مقرر کیا۔ منظم صاحب
موصوف حسب ہدایت امارت شرعیہ مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور
اصلاح کیلئے کام کریں گے۔ ان کی باتوں کو سننا اور تسلیم کرنا۔
اور ہر دعوت حق کو قبول کرنا آپ پر لازم ہے۔ منظم صاحب کو ان
کے کاموں کے متعلق ہدائتیں لکھ کر دیدی گئی ہیں۔ اس ہدایت
کے ماتحت جن امور کو وہ پیش کریں اُن سب کو ماننا اور اُس پر
عمل کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

دستخط

ناظم امارت شرعیہ صوبہ بہار

ہدایت نامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وآلہ وصحبہ اجمعین

ناظمین قومی محصول وعشر وزکوٰۃ کو ان ہدایات کا لحاظ رکھنا۔ اور ان پر پوری طرح سے کاربند و عمل رہنا چاہیئے۔ ان ہدایات کے خلاف کبھی کوئی کام نہیں کیا جائے۔ اور ان ہدایات کے علاوہ وقتاً فوقتاً جو ہدائتیں زبانی یا تحریری دی جائیں۔ ان پر عمل کرنا لازم سمجھیں۔

(۱) مسلمانوں کو اپنے معاملات اسلامی دار القضا سے فیصل کرانا۔ اور صوبہ بہار کے امیر شریعت کے تقرر سے آگاہ کرنا چاہیئے۔ اور نماز باجماعت کی تاکید اور ترک منکرات ومنشیات و رسوم قبیحہ و صرف بیجا سے احتراز پر خصوصیت سے زور دینا چاہیئے۔

(۲) شہر کے محلوں اور دیہاتوں کی مسلم آبادی کی حسب حیثیت وہاں کے باشندوں سے مشورہ کر کے سالانہ ایک رقم معین قومی محصول کے نام سے بیت المال کیلئے مقرر کر دینا۔ اور اسکی منظوری جلسہ عام میں وہاں کے باشندوں سے لینا چاہیئے۔ بعدہٗ کتاب تنظیم قومی محصول پر وہاں کے چند باثر مسلمانوں سے مضمون سرنامہ سنا کر دستخط لینا چاہیئے۔ اور خانہ پری کر لینا چاہیئے

(۳) زکوٰۃ وعُشر نکالنے اور اسکو بیت المال بھیجنے یا عامل کے حوالہ کردینے پر زور دینا چاہیئے۔

(۴) خوش اسلوبی سے بیان کرنا چاہیئے کہ احکامات امارت شرعیہ وجمعیتہ علماء کو ماننا چاہیئے۔

(۵) ہر اعلان جو ملک میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ ان کو بغیر امیر سے دریافت کئے ہوئے نہیں ماننا چاہیئے۔ کیونکہ بعض اعلانات غیر شرعی ہوتے ہیں۔ اسکو بھی خوش اسلوبی سے بیان کرنا چاہیئے۔

(۶) جو کوئی مسئلہ دریافت کرے اسکو ہدایت کرنی چاہیئے کہ دارالافتاء پھلواری شریف لکھ کر بھیجدو۔

(۷) ہر مقام میں کتاب المعلومات کی خانہ پُری نہایت تحقیق سے کرنی چاہیئے۔

(۸) اپنی روزانہ کارروائی کا خلاصہ روزنامچہ (ڈائری) میں لکھ لینا چاہیئے۔ اور ہر ہفتہ اسکی روئداد (رپورٹ) دفتر میں بھیجدینی چاہیئے۔

(۹) نقباء کو ہدایت کرنی چاہیئے کہ قومی محصول وصول کرکے برابر دفتر میں بھیجتے رہیں۔ اور کوئی نقیب دس روپیہ سے زیادہ اپنے پاس نہ رکھے۔ اور تمام وصولی کو ناظم قومی محصول اپنے رجسٹر میں لکھیں۔ اور اس کی نقل ہر ہفتہ دفتر میں بھیجدیں۔

(۱۰) منظم صاحب موصوف فلاں جگہ اور فلاں اطراف کی

تنظیم کریں گے ۔

دستخط ناظم امارت شرعیہ صوبہ بہار

منتظم صاحب تنظیم کر کے جب رجسٹر تنظیم امارت شرعیہ کے دفتر بیت المال میں بھیجدیتے ہیں ۔ تو بیت المال سے منظم کردہ قومی محصول کی وصولی کیلئے "عامل" بھیجے جاتے ہیں ۔ اور بیت المال سے ان کو سند ملتی ہے ۔ جس پر ناظم بیت المال کے دستخط ہوتے ہیں ۔ اور دفتر بیت المال کی مہر ہوتی ہے ۔ اسی کے ساتھ خصوصی ہدایات بھی ہوتی ہیں ۔ جن کے الفاظ یہ ہوتے ہیں ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

سند عامل دارالامارت صوبہ بہار

برادران اسلام کو معلوم ہونا چاہیے کہ ...... صاحب ... ساکن ...... کو میں نے عامل منجانب امارت شرعیہ مقرر کیا ہے ۔ ...... صاحب موصوف حسب ہدایات امارت مسلمانوں سے زکوٰۃ و صدقات ۔ اور عشر و قومی محصول وصول فرمائیں گے ۔ اور بیت المال میں داخل کریں گے ۔ جہاں سے اسلامی ضروریات

میں صرف کیا جائے گا ...... صاحب موصوف کو ان کے کاموں کے متعلق ہدایتیں لکھ کر دے دی گئی ہیں۔ اور اس ہدایت کے ماتحت جن امور کو وہ پیش کریں۔ اُن سب کو ماننا۔ اور اس پر عمل کرنا ہر مسلمان کو لازم ہے۔

دستخط ناظم بیت المال

ہدایت نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

عاملین کو چاہئے۔ کہ ان ہدایات کا لحاظ رکھیں۔ اور پوری طرح ان پر کاربند و عمل ہوں۔ ان ہدایات کے خلاف کبھی کوئی کام نہ کیا جائے۔

(۱) قومی محصول محلہ یا بستی کے ان محترم حضرات کے ذریعہ وصول کریں۔ جنہوں نے کتاب تنظیم قومی محصول پر دستخط کئے ہیں۔

(۲) زکوٰۃ و عشر نکالنے اور بیت المال میں داخل کرنیکی ترغیب دینا چاہئے اور جو لوگ زکوٰۃ و عشر دیں ان سے لے کر رسید دینا چاہئے۔

(۳) جو لوگ مستحق زکوٰۃ کو زکوٰۃ دیا کرتے تھے۔ ان سے کہنا چاہئے کہ وہ فہرست لکھ کر دیں تاکہ بیت المال سے مناسب طریقہ پر دیا جائے۔ اور از خود بلا واسطہ بیت المال کسی کو نہ دیں۔

(۴) جو رقم وصول کی جائے۔ اُسکی رسید دی جائے۔ کوئی رقم

بلا رسید نہ لی جائے۔

(۵) مبلغ پچیس روپیہ جب وصول ہو جائے۔ تو اُس کو بیت المال میں بھیجدیں کسی عامل کو پچیس روپے سے زیادہ اپنے پاس نہیں رکھنا چاہیئے۔ ہمیشہ اس کا خیال رکھیں۔

(۶) ہر شخص سے حسن اخلاق سے پیش آنا چاہیئے۔ اور کسی سے مناظرہ نہیں کرنا چاہیئے۔

(۷) جو کوئی مسئلہ دریافت کرے اُن کو ہدایت کرنی چاہیئے۔ کہ دارالافتار پھلواری شریف لکھ کر بھیجدیں۔

(۸) اپنی روزانہ کارروائی کا خلاصہ روزنامچہ (ڈائری) میں لکھ لینا چاہیئے۔ اور ہر ہفتہ میں اسکی روئداد (رپورٹ) اور وصولی رقم کی تفصیل دفتر میں بھیجنی چاہیئے۔

(۹) ان ہدایات کے علاوہ اور جو ہدایتیں وقتاً فوقتاً زبانی یا تحریری دفتر سے دی جائیں ان پر عمل کرنا لازم سمجھیں۔

(۱۰) جس بستی میں جائیں۔ لوگوں کو نماز کی ترغیب دیں۔ اور جب تک مقیم رہیں۔ زبانی لوگوں کو نماز پڑھنے کو سکھائیں۔

دستخط ناظم بیت المال المرکزیہ صوبہ بہار

حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب نائب امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے ”تحدیث نعمت“ کے اس مضمون سے جس کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔

اس کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ اس شرعی تنظیم کے ساتھ مسلمانوں کی وابستگی کے متعلق ادارہ امارت شرعیہ نے کیا خدمات انجام دئے۔ اور اس سلسلہ میں کس طرح پوری جدوجہد سے کام لے کر کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ مسلمانوں تک اس شرعی تنظیم کو پہنچایا۔ حضرت ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ یہ ہیں :—

شعبہ تنظیم کے خدمات

اس وقت تک اس صوبہ کے تیرہ اضلاع کے دیہات و شہر میں یہ تنظیم و تشخیص مبلغین و منظمین کے ذریعہ عمل میں آئی ہے۔ ان شہروں اور گاؤں کی تعداد ۱۳۴۶ ھ جس میں تنظیم و تشخیص ہوئی ہے۔ دو ہزار آٹھ سو ستر (۲۸۷۰) ہے۔ جن میں دو ہزار تین سو چوبیس نقبا مقرر ہیں۔ پھر چند حلقہ یا ایک تھانہ یا ایک ڈویژن ملا کر۔ ایک لائق اور محنتی شخص کی سیادت میں دیا جاتا ہے۔ جس کو "صدر النقیب" کہتے ہیں۔

امارت شرعیہ کے کاموں میں یہ کام سب سے اہم ہے۔ کیونکہ جماعتی نظام کیلئے اسی اصول سے مسلمانوں کی تمام متفرق آبادیوں کو باہم مرتبط رکھنے کی ضرورت ہے۔ لیکن نہایت افسوس ہے کہ چند اضلاع میں تو یہ کام باضابطہ طور پر ابھی تک شروع بھی نہیں کیا گیا۔ اور جن اضلاع میں یہ تنظیم جس حد تک یہ انجام

پا چکی ہے۔ وہ بھی ابھی ناقص ہے۔

اور اس باب میں سب سے زیادہ مصیبت یہ ہے کہ اکثر جگہوں میں ہمارے مسلمان بھائی مقامی طور پر اپنے فرائض کو غالباً بہت کم محسوس کرتے ہیں۔ اور اس لئے وہ از خود کوئی خدمت انجام نہیں دے سکتے جب تک کہ ان کے پاس صدر سے کوئی خاص آدمی نہ پہنچے۔ اور بار بار ان کو مختلف طریقوں سے آمادہ کار نہیں کیا جائے۔ ان میں سے بہت سے لوگ تو غالباً اس امر کے سمجھنے سے بھی قاصر ہیں۔ کہ ہر ہر گاؤں میں بار بار صدر یا ضلع سے آدمی بھیجنے میں کیا کیا دقتیں ہیں۔ اس لئے مختصر طور پر آج عامہ مسلمین کی واقفیت کیلئے ہم ظاہر کر دینا مناسب سمجھتے ہیں۔ کہ جب ایک مرتبہ کسی جگہ کی تنظیم کر دی جائے۔ تو پھر اسکے بعد تمام کام مقامی حضرات کے توسط سے ہونا چاہیئے۔ اور برابر خط وکتابت سے جو امور مشورہ طلب ہوں۔ ان کو طے پانا چاہیئے۔ اگر گاہے گاہے کسی وقت سال دو سال کے اندر کسی مبلغ کی یا عامل کی یا اور کسی کارکن کی ضرورت محسوس ہو۔ تو طلب کرنا چاہیئے۔ بغیر اس طریقہ کار کے آپ اپنے مذہبی ادارے کے کسی شعبہ کو بھی نہیں چلا سکتے۔ مثال کے طور پر آپ یہ سمجھئے۔ کہ اس وقت صوبہ بہار کے اکیس اضلاع میں سے تنظیمی و تبلیغی کام صرف تیرہ اضلاع میں کسی نہ کسی طرح انجام دیا جا رہا ہے۔ اور وقت ضرورت اڑیسہ کے اضلاع میں بھی کوئی مبلغ

محض تبلیغ کیلئے جاتا ہے۔ گو ابھی وہاں مستقلاً تنظیمی کام شروع نہیں ہوا ہے۔

اب ان تیرہ اضلاع میں قصبات و دیہات کی مجموعی تعداد چوّن ہزار آٹھ سو بانوے (۵۴۸۹۲) ہے۔ جن میں ہنود کی خالص آبادی علٰحدہ کر دیجئے۔ تو کم از کم بیالیس ہزار قصبات و دیہات ان تیرہ اضلاع میں ایسے ہیں۔ جن میں مسلمانوں کی آبادی ہے۔ اب اگر سال میں صرف ایک مرتبہ بھی مبلغ یا کسی کارکن کو ان تمام گاؤں اور شہروں میں بھیجنا چاہیں۔ تو کم از کم اس کے لئے ہمارے پاس دو سو اسی مبلغ چاہیئے کیونکہ ایک مبلغ زائد سے زائد ایک ماہ میں پندرہ مقام میں جا سکتا ہے۔ اور وہ بھی صرف چوبیس گھنٹے کیلئے۔ اس طرح ایک مبلغ بارہ ماہ میں زائد سے زائد بغیر حرج و مرض سال میں ایک سو اسی گاؤں جا سکتا ہے۔ اس حساب سے ہم کو صرف ان تیرہ اضلاع کیلئے کم از کم دو سو اسی مبلغ چاہیئے۔ حالانکہ آپکو معلوم ہے۔ کہ گذشتہ سالوں میں اوسط تعداد باوظیفہ مبلغین کی چودہ سے زیادہ نہیں رہی ہے۔ اور اب تو مالی دقتوں کی وجہ سے اور بھی کم کر دئے گئے ہیں۔ (انتہی)

شعبہ تبلیغ

اس شعبہ کے دو مقصد ہیں۔ اصلاح اور اشاعت۔ اصلاح سے

مراد یہ ہے۔ کہ مسلمانوں کے اندر جو مذہبی کمزوریاں پیدا ہو گئی ہیں
اور جسکی وجہ سے وہ رسمی اور قومی مسلمان بن کر رہ گئے ہیں۔ ان
کو دور کیا جائے۔ ان کے عقائد کی تصحیح کی جائے۔ ان کے خیالا
فاسدہ کی اصلاح کی جائے۔ مراسم قبیحہ کا انسداد۔ اور معاشرتی
برائیوں کا ازالہ کیا جائے۔ نیز مشرکانہ رسم و رواج۔ بدعات
و منکرات اور غیر اسلامی شعائر اور عادات سے ان کو بچایا جائے
اور اس پر تنبیہ کی جائے۔ شرائع اسلامیہ کا ان کو پابند کیا جائے
اور ان کو اس پر مستعد کیا جائے۔ کہ بقدر امکان قوانین الٰہیہ۔
اور احکام شرعیہ کو اپنے اوپر نافذ کریں۔ اور دوسروں کو بھی اس
کی تبلیغ کریں۔ نیز اقتصادی حالت کو سدھارنے اور سنبھالنے
کی تلقین کی جائے۔ مسلمان بچوں کی مذہبی تعلیم پر زور دیا جائے۔
اور امکانی صورت سے اس کا نظم کیا جائے۔

اسی طرح کے اور بھی تعمیری اور اصلاحی امور اس شعبہ سے متعلق
ہیں۔ جن کا واحد مقصد یہ ہے۔ کہ آج کا مسلمان آج کا بن کر نہ رہے
بلکہ اپنے تمام امور میں اور اپنے تمام شعبہ ہائے زندگی میں۔ چاہے
اس کا تعلق نظریہ و عقائد سے ہو۔ یا معاشرت و سیاست سے ہو۔
انفرادی زندگی سے ہو۔ یا جماعتی زندگی سے ہو۔ اسکی نگاہ آج
سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے کی زندگی پر ہو۔ جو قرون اولیٰ کی
زندگی تھی۔ جسکی اتباع اور پیروی کا حکم ہے۔ اور جس پر دینی

اور دنیاوی سعادتوں کا انحصار ہے۔
اشاعت سے مراد یہ ہے کہ غیر مسلموں میں اسلام کے محاسن بیان کئے جائیں۔ اور اسلامی زندگی سے ان کو متاثر کیا جائے نیز یہ کہ مرتدین کو دوبارہ حلقہ بگوش اسلام بنایا جائے۔ اور قریب الارتداد اصحاب کو ارتداد سے محفوظ رکھا جائے۔
مبلغین کو بھی دفتر امارت شرعیہ سے سند تبلیغ ملتی ہے۔ جس پر ناظم امارت شرعیہ کے دستخط اور دفتر امارت شرعیہ کی مہر ہوتی ہے۔ اور خصوصی ہدایات ہوتی ہیں۔ سند تبلیغ کی عبارت تقریباً وہی ہوتی ہے۔ جو سند تنظیم کی ہوتی ہے۔ ہدایات میں ان دفعات کے علاوہ بھی کچھ دفعات ہوتی ہیں۔ جو منظمین کی ہدایات میں ہوتی ہیں مبلغین کی مزید دفعات میں سے چند خصوصی دفعات یہ بھی ہیں۔

ہدایات مبلغین کے چند خصوصی دفعات

(الف) مسئلہ امارت کی تفہیم اور اسلامی زندگی کیلئے اسکی ضرورت کی توضیح کرنی۔ اور مسلمانوں کو اپنے معاملات اسلامی دارالقضا سے فیصل کرانا۔ اور صوبہ بہار کے امیر شریعت کے تقرر سے آگاہ کرنا۔ اور ہر مسلمان مرد و عورت کیلئے ان کی اطاعت کے وجوب اور ان کے احکام سے انحراف کی معصیت کو وضاحت سے بیان کرنا چاہئے لیکن بیان میں کسی طرح کی سختی نہیں ہونی چاہئے۔ نماز با جماعت کی تاکید

ترک منکرات ومنشیات۔ ورسومات قبیحہ۔ واسراف بیجا سے احتراز خصوصیت کے ساتھ زور دینا چاہیئے۔

(ب) مختلف فیہ مسائل بیان ہی نہ آنے چاہئیں۔ اور کسی شخص سے مناظرہ نہیں کرنا چاہیئے۔ اور صاف کہدینا چاہیئے کہ میں مامور ہوں مجھکو مناظرہ کی اجازت نہیں۔

(ج) زکوٰۃ وعشر نکالنے پر بھی زور دینا چاہیئے۔ بعض مقامات سے شکایتیں موصول ہوتی ہیں۔ کہ مبلغین زکوٰۃ وعشر کی ہدایت نہیں کرتے ہیں۔ اس لئے آپ کو ہدایت کی جاتی ہے۔ کہ زکوٰۃ وعشر کیلئے بہت زور دینا چاہیئے۔ اور تاکید کرنی چاہیئے۔

(د) نذرانہ ہرگز ہرگز نہ لیا جائے۔

مبلغین اور شعبہ تبلیغ کے عملی خدمات کیا ہیں۔ اور اس شعبہ کے مقصد کو ادارہ امارت شرعیہ صوبہ بہار نے کہاں تک پورا کیا۔ اس کے متعلق میری گذارش یہ ہے۔ کہ ادارہ کے "بست سالہ" رپورٹ کا انتظار کیا جائے" مشتے نمونہ از خروارے "کے اصول پر دفتر امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ سے رسالہ" اہم خدمات" منگواکر مطالعہ کیا جائے۔ اس سے مجملاً اس کا اندازہ ہوگا۔ کہ امارت شرعیہ نے اس سلسلہ میں کس قدر گراں قدر خدمات انجام دئے ہیں۔ ہم اپنے ناظرین کیلئے اس سلسلہ میں حضرت مولٰنا ابو المحاسن محمد سجاد صاحب نائب امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ

نے اس شعبہ کے متعلق اور شعبہ تحفظ مسلمین کے متعلق جو کچھ لکھا ہے
اُن ہی کے الفاظ میں اس جگہ لکھ دیتے ہیں۔

شعبہ تبلیغ و اشاعت کی خدمات

دورہ ابتداء ۱۳۴۰ھ سے آخر ۱۳۴۶ھ تک امارت شرعیہ کے مبلغین اور منتظمین نے بہ غرض ہدایت وارشاد وغیرہ جتنے گاؤں اور شہروں کا دورہ کیا۔ ان کی مجموعی تعداد آٹھ ہزار آٹھ سو اکاون (۸۰۵۱) ہے۔

تعداد تبلیغ ان مواضعات و شہروں میں انفرادی تبلیغ کے علاوہ جو تبلیغ و اشاعت بذریعہ جلسہ وعظ ہوئی۔ اُن کی مجموعی تعداد چھ ہزار انسٹھ (۶۰۵۹) ہے۔

بے نمازیوں کی توبہ مبلغین اور بعض دیگر کارکنوں کے وعظ و پند۔ اور سعی و کوشش سے جن لوگوں نے شہر و دیہات میں ترک نماز سے توبہ کی۔ اور پابندی نماز کا عہد کیا۔ ان کی مجموعی تعداد چوبیس ہزار ایک سو پینتالیس (۲۴۱۴۵) ہے اگرچہ ہم کو معلوم ہے۔ کہ ان میں سے بہت سے لوگوں نے توبہ شکنی بھی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ پھر ان کو تائب بنا دے۔ اور اس پر قائم رکھے

ازالہ مراسم قبیحہ اور جن لوگوں نے مبلغین و دیگر کارکنوں کی سعی سے اس سات سال میں شادیات

واقعیات کی قبیح رسموں۔ اور محرم کی تعزیہ داری۔ ہندو کے تہواروں اور میلوں میں شرکت وغیرہ سے توبہ کی ہے۔ ان کی تعداد چھ ہزار پانچسو باون (۶۵۵۲) ہے۔

ازالۂ بت و شعائر بت پرستی یا شرک اس سات سال کے دوران میں امارت شرعیہ کے مبلغین و منتظمین کی سعی و کوشش اور نفقۂ امارت کی مدد سے جتنے بت اور شعائر بت پرستی کو مسلمانوں سے مٹایا گیا ہے۔ اُن کی تعداد پانچ ہزار تین سو پچیس (۵۳۲۵) ہے۔

بت سے مراد یہ ہے۔ کہ جو جاہل مسلمان اپنے گھروں میں ہندوؤں کی طرح پنڈا رکھتے اور اُن کو خاص خاص ہنود کی دیویاں کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ یا یہ کہ سونری گائے کی دم کے بالوں کو ایک خاص ہیئت و شکل کے ساتھ رکھتے اور اس پر چڑھاوا چڑھاتے تھے۔ یا دیو یا پری کی شکل کسی دھات پر کندہ کرا کے کمر یا گلے میں اس اعتقاد سے ڈالتے ہیں۔ کہ یہ اُن کے محافظ ہیں۔ جاہل مسلمانوں نے بھی خاص خاص اغراض و مقاصد کیلئے مختلف دیوتاؤں کے نام چھوڑ رکھیں۔ جن کی تفصیل انشاءاللہ تعالے روداد میں کسی وقت عبرت و موعظت کیلئے شائع کی جائے گی۔

بتوں کے اقسام سے بعض چیزیں دفتر میں دکھلانے کے لئے اکثر مبلغین لاتے رہے ہیں۔ چنانچہ اس وقت بھی چند چیزیں موجود ہیں

اور بہت سی ضائع ہو گئیں۔ اور شعار بت پرستی سے مراد مسلمانوں کا ہندوؤں کی طرح ٹیک رکھنا وغیرہ ہے۔

ان اصلاحات کے علاوہ جنازہ بغیر نماز

دیگر معاصی سے توبہ

کے دفن کرنا۔ دو حقیقی بہنوں کو عیش پرستی یا لاعلمی کی وجہ سے زوجیت میں رکھنا۔ اور اسی قسم کی ناگفتہ بہ معاصی سے بہت سے لوگوں کو توبہ کرائی گئی ہے۔ اور رپورٹوں میں اس کا تذکرہ بھی ہے۔ بلکہ بعض مرتبہ خاص اسی قسم کے مفاسد کے ازالہ کیلئے مبلغین نے سود خواری سے بھی توبہ کرائی ہے۔ مگر ان سب کے لئے ابواب مقرر کر کے اندراج کا اصول نہیں رکھا گیا تھا۔ کیونکہ ہر ایک معاصی کی اصلاح کی علیحدہ خانہ پُری۔ اور اس کا اندراج نہایت طول عمل ہے۔ اس لئے ہم اس قسم کے کاموں کے اعداد و شمار پیش کرنے سے معذور رہے۔ لیکن بعض اہم واقعات کی نوٹ ہیں۔ جو انشاء اللہ تعالیٰ روداد میں غالباً شائع ہو سکیں گے۔ اگر مصالح وقت نے اجازت دی۔

امارت شرعیہ کے مبلغین و منتظمین نے اپنے دورہ

رفع نزاعات

میں مسلمانوں کے باہمی نزاعات اور جھگڑوں کو کس قدر چکایا ہے۔ اور آپس میں میل جول کرایا ہے۔ یا ہندو مسلمانوں کے فساد کو روکا ہے۔ اس کی کل تعداد موجودہ کاغذات سے ایک سو اکہتر (۱۷۱) تک پہنچتی ہے۔ مگر دفتر کی غفلت کی

وجہ کر ہم کو اسکی اصل تعداد نہیں معلوم ہو سکی۔ کیونکہ اس سلسلہ کے بہت سے کاغذات ضائع ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جدید قبول کنندگان اسلام | اس سات سال کے عرصہ میں آخر ۴۶ھ تک امارت شرعیہ کے مبلغین و دیگر کارکنوں کی سعی و کوشش سے جتنے مرد و عورت مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں۔ ان کی تعداد سات سو تریسٹھ (۱۳۶۷) ہے۔ اور بحمداللہ یوماً فیوماً یہ تعداد بڑھتی جاتی ہے۔ صوبہ کے ہر شہروں میں جو ہمیشہ کچھ نہ کچھ لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں۔ وہ اس کے علاوہ ہیں۔ (انتہی)

شعبہ تحفظ مسلمین کے خدمات

ارتداد سے حفاظت | اس سلسلہ میں آگرہ۔ فرخ آباد وغیرہ کے حلقہ ارتداد میں مبلغین بھیج کر وقتی مدد دینے کے علاوہ سب سے اہم کام جو صوبہ بہار میں امارت شرعیہ نے کیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ ضلع چمپارن کے تقریباً دس ہزار گدیوک کو مرتد ہونے سے بچایا۔ جن پر اغیار کا بہت سخت نرغہ تھا۔ اور وہ صورتاً و عملاً۔ اور کسی حد تک اعتقاداً بھی اسلام سے دور ہو چکے تھے۔ ان کی اصلاح بہت بڑی قربانیوں سے ہوئی ہے۔ اور ہیچ یہ ہے۔ کہ ابھی تک

ہم پورے طور پر ان کی طرف سے مطمئن بھی نہیں ہوئے ہیں۔
اب تک ہم کو ان کی مردم شماری کا بھی موقع نہیں ملا تھا۔ مگر ہم نے
اس علاقہ کے گدیوں کی مردم شماری بھی شروع کردی ہے۔
انشاء اللہ تعالیٰ اسکے بعد صحیح تعداد معلوم ہوگی۔
اور اس سلسلہ میں یہ امر بھی قابل لحاظ ہے۔ کہ چمپارن کے
گدیوں کی برادری ضلع گورکھپور میں بھی ہے۔ جو ضلع چمپارن سے
ہم سرحد ہے۔ اور وہاں بھی گدیوں کی بہت بڑی تعداد ہے۔ اور
ارتداد کی ابتدا پہلے وہیں سے شروع ہوئی۔ اور یہ سیلاب وہیں سے
بہتا ہوا ضلع چمپارن تک آیا تھا۔ اسلئے مجبوراً ہم کو وہاں اس کے
روک تھام کیلئے جانا پڑا۔ اور جو کچھ خدمت ہو سکی۔ انجام دی گئی۔
ہم جناب شاہ صاحب اشرولی کے شکر گذار ہیں کہ وہ ہماری درخواست
پر علاقہ تملکوہی ضلع گورکھپور میں اس فتنہ کے انسداد کیلئے آمادہ ہو گئے
اور جناب شاہ صاحب نے اس معاملہ میں ہماری بڑی مدد فرمائی۔
اور مولوی سبحان اللہ خاں صاحب رئیس گورکھپور بھی مستعد ہو گئے۔
آخر میں تبلیغ الاسلام انبالہ کے مبلغین علاقہ تملکوہی پہنچ گئے۔ اور کام
کرنے لگے۔ ہم ان حضرات کے شکر گذار ہیں۔ کہ وہاں کے کاموں سے
امارت شرعیہ صوبہ بہار کو سبکدوش کردیا۔ اور ہم کو ضلع گورکھپور میں
کام کرنے کی حاجت نہیں رہی۔ لیکن اب پھر اطلاع آرہی ہے کہ
وہاں فتنہ ہنوز بند نہیں ہوا ہے۔ اس لئے بہت ممکن ہے کہ امارت شرعیہ

کو پھر وہاں کچھ دنوں اور کام کرنا پڑے۔

مرتدین کی توبہ اس صوبہ میں علانیہ چند قوموں کے کچھ افراد مرتد ہو چکے تھے۔ جن میں ضلع ہزاری باغ میں پانچسو مرتد ہوئے تھے۔ اور الحمد للہ کہ وہ سب کے سب مبلغین امارت شرعیہ کی سعی سے تائب ہوئے۔ اور کچھ متفرق طور پر مظفر پور اور ضلع چھپرہ میں بھانٹ اور ادارہ روزگار مسلمین مرتد ہوئے۔ جنکی تعداد دو سو سے زائد ہوگی۔ ان میں سے بھی سوا ئے بھانٹوں کے سب تائب ہوگئے۔ بلکہ بھانٹوں میں سے بھی کچھ لوگ تائب ہوئے ہیں (ملخصاً)

نگرانی وامداد مقدمات مذہبی قبرستان۔ مساجد کی بابت جہاں جہاں ہنود نے فساد کیا۔ اور اسکی بابت فوجداری اور دیوانی مقدمات کی نوبت آئی۔ یا بقرعید کے موقع پر قربانی گاؤ پر فساد و قتل۔ اور غارتگری کیا۔ یا دیگر مواقع پر کہیں مسلمانوں کو لوٹا۔ مارا۔ یا نومسلمین کو زبردستی مرتد کرنا چاہا ان تمام مواقع پر امارت شرعیہ نے کسی نہ کسی طرح پر مدد کی۔ اور اکثر مواقع تو ایسے آئے کہ حالات کے لحاظ سے پورا بوجھ اسی کو اٹھانا پڑا۔ اس قسم کے تمام مقدمات کی تعداد پچاس ہے۔

اعانت وقت مصیبت تحفظ مسلمین کے سلسلہ میں مذکورالصدر مستقل کاموں کے علاوہ گاہے گاہے دیگر مصائب میں بھی امارت شرعیہ کو مسلمانوں کی خبر گیری کرنی پڑی۔

سنہ ۱۳۴۲ھ میں جو سیلاب ضلع آرہ۔ ضلع پٹنہ۔ ضلع مونگیر۔ ضلع گیا میں آیا تھا۔ اُس وقت امارت شرعیہ نے نہایت مستعدی کے ساتھ ان مصیبت زدوں کی وقت پر مدد کی۔ اور چند کارکن اُس وقت صرف ان کی اعانت ہی کیلئے وقف کردئے گئے۔ اور بیت المال کے علاوہ کلکتہ کے مسلمانوں کے ذریعہ مالی امداد پہنچانے کی پوری کوشش کی گئی۔ اس طرح پر تقریباً تیس ہزار (۳۰۰۰۰) سے زائد کی رقم نقد۔ کپڑا۔ غلہ کی صورت میں تقسیم کرائی گئی۔ بعض موقعوں پر گدڑیوں کے حلقہ میں وبائی امراض کے وقت دوائیں بھی تقسیم کی گئیں۔

شعبہ بیت المال

یہ شعبہ اسلامی اصول اور اسلامی احکام کی رو سے نظام اجتماعی کیلئے جتنا اہم ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ اس لئے شعبہ بیت المال کی بنیاد ابتدا رجمادی الثانی سنہ ۱۳۳۹ھ میں رکھی گئی۔ اور اس کیلئے باضابطہ رجسٹر مرتب کیا گیا۔ اور شرعی اصول پر اس کے مدات مقرر کئے گئے۔ اور صدقات واجبہ اور صدقات نافلہ کے اندراج اور جمع وخرچ میں آئین اسلامی کے اصول پر بیت المال شرعی کے نظام کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا۔ یہ شعبہ اپنے مالیات کے حساب وکتاب میں اتنا مکمل ہے۔ کہ ہمیشہ ملاحظہ کرنے والوں سے خراج تحسین حاصل کرتا رہا ہے۔ اور صوبہ اور بیرون صوبہ۔ اور سرکاری اور غیر سرکاری

ہر قسم کے اڈٹ کرنے والوں نے حساب کے جانچ کرنے کے بعد اپنے ملاحظہ میں انتہائی اعتماد کا اظہار کیا ہے۔

اس کے آمد و خرچ کے رجسٹر اور اس کے ووچر بک۔ اسکی رسیدوں اسکے قبض الوصول۔ اور دوسرے کاغذات جن کو مالیات سے تعلق ہے۔ ان کا بیان۔ ان کے نقشے۔ اس موقع میں ناظرین کی بصیرت کے لئے ہم پیش کرتے۔ اگر اس رسالہ کے تحمل سے باہر نہ ہوتا۔ اس لئے اسکے متعلق میری سفارش یہ ہے کہ اہل نظر بیت المال میں تشریف لاکر اس کا ملاحظہ فرمائیں۔ کیونکہ اسکی خوبیوں کا صحیح احساس ملاحظہ ہی پر موقوف ہے۔

مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب نائب امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کی "تحدیث نعمت" کے مضمون سے جو کم و بیش ہفت سالہ خدمات کی مختصر روداد ہے۔ اس سے اس جگہ ہم بتانا چاہتے ہیں۔ کہ امارت شرعیہ صوبہ بہار کے بیت المال سے بیوگان۔ یتامیٰ۔ مساکین۔ نومسلمین تعمیر و مرمت مسجد۔ مکاتب۔ مدارس۔ کی کیا خدمت ہوئی ہے۔ اور کتنی رقم سے ان کی امداد کی گئی؟ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ یہ ہیں:۔

خدمات بیت المال

وظائف بیوگان۔ و یتامیٰ و مساکین۔ و نومسلمین و امداد مسافرین کے مد میں گیارہ ہزار ایک سو تئیس روپے ساڑھے چودہ آنے

صرف ہوئے۔ اور وظائف مکاتب و مدارس کی مد میں۔ سات ہزار پانچسو ستانوے روپے سوا دس آنے صرف ہوئے۔ اور مرمت اور تعمیر مساجد پر تین سو باون روپے صرف ہوئے۔ ان چند اخراجات کی مجموعی میزان چھیالیس ہزار تین سو چودہ روپے سوا آٹھ آنے ہوئی۔

اسکے علاوہ دفتر امارت شرعیہ۔ دفتر بیت المال۔ دفتر دار القضاء دار الافتاء۔ تبلیغ۔ تنظیم۔ انسداد ارتداد۔ اصلاح مسلمین۔ اشاعت اسلام۔ نگرانی مقدمات مذہبی۔ مصیبت زدگان سیلاب۔ وغیرہ جو اہم امور ہیں۔ ان پر کیا کچھ صرف ہوا۔ اور کسطرح یہ سب کام انجام دئے گئے۔ ان سب کی تفصیل امارت شرعیہ کے "بست سالہ رپورٹ" میں ملے گی۔ جو زیر تالیف ہے۔

دعوت اسلام اور مسلمانان ہند کا موقف

ہمارے لئے اب اس کا موقع آگیا ہے۔ کہ امارت شرعیہ کے مقاصد اور اسکے لائحہ عمل کے پیش نظر ہو جانیکے بعد ہم ان ارباب نظر سے جنہوں نے اسلام کے نظریہ، اور اسکے نظام کا غور وفکر سے مطالعہ کیا ہے! اور اسلام کی دعوت اور اسکے مقتضا کو سمجھا ہے۔ یہ دعوت نظر دیں۔ کہ امارت شرعیہ کی دعوت، بلا کم وکاست وہی دعوت ہے یا نہیں؟ جسکی طرف اسلام اپنے پیروؤں کو دعوت دیتا ہے، اسکے مقاصد عین وہی مقاصد ہیں یا نہیں؟ جو وحی الہی نے دین اسلام کے مقاصد قرار دے دیا۔

اس کا نظام اور اس کا لائحہ عمل اپنے اندر وہی کردار، وہی انداز رکھتا ہے یا نہیں؟ جو قرون اولیٰ کے نظام میں جاری و ساری تھا۔ امکان اور استطاعت کی حدود میں گفتار سے آگے بڑھکر کردار کی حد میں عملی حیثیت سے اس کا قدم اسی طرح آگے بڑھ رہا ہے۔ یا نہیں؟ جو ضعفار 'معذورین' ناچاروں کے لئے ابتدار نبوّت میں وحی الٰہی کے پیامبر کی زبان شریعت نے ہدایت فرمائی تھی۔

میرے ان جملوں کا خطاب اُن سے ہے۔ جن کی نگاہ قرآن پر۔ حدیث پر۔ تاریخ اسلام پر ہے۔ اُن ارباب نظر کیلئے جو غور و فکر کی دولت سے تو مالا مال ہیں۔ لیکن براہ راست کتاب و سنت اور اسکے پیامبر کی تاریخ سے واقفیت نہیں رکھتے ہیں۔ ان کے لئے ہم اس موقع میں تو اس کے لئے جگہ نہیں نکال سکتے کہ قرآن کی آیات اور حضور صلعم کے ارشاد۔ اور آپ کی عملی زندگی کے واقعات کو جمع کردیں۔ اسلئے کہ مقالہ اندازہ سے زیادہ طویل ہوگئی ہے۔ لیکن پہلی فرصت میں حالات نے مساعدت کی تو یہ تحفہ ہم پیش کریں گے۔ یہاں ہم اُن سے صرف یہ عرض کردینا چاہتے ہیں۔ کہ امارت شرعیہ اپنے مقاصد اور لائحہ عمل کے متعلق زبان حال سے یہ کہے۔ تو بلا فرق کسی ایک نقطہ کے صحیح ہوگا ۔۔ کہ

آنچہ استاذ ازل گفت ہماں می گویم

اسکے بعد اب ہم اس قابل بھی ہیں۔ کہ ارباب نظر سے پوچھیں؟ کہ

امارت شرعیہ نے مقاصد کے حصول کیلئے جو مخصوص طریقہ کار اور جو لائحہ عمل اختیار کیا ہے۔ وہ صحیح چارہ کار کی حیثیت رکھتا ہے ؟ یا نہیں ؟ اور ہندوستان کی موجودہ حالت میں عملاً مفاد اسلامی کے نقطہ نظر سے یہی طریقہ صواب بلکہ صواب تر ہے ؟ یا نہیں ؟

امارت کے مقاصد۔ اور اسکے لائحہ عمل۔ اور اسی کے ساتھ اسکے وہ عملی نتائج جو چند سالوں کی روئداد (رپورٹ) میں مذکور ہیں اس اندازہ اور فیصلہ کے لئے کافی ہے۔ کہ انقلاب حال کیلئے یہ شرعی تنظیم اور تبلیغ۔ نہایت مؤثر ہے۔ بشرطیکہ عمل پیہم کیلئے حالات ساعد ہوں۔ اور موانعات سد راہ نہ ہوں۔

پس آج کے مسلمانان ہند کا شرعی حیثیت سے ہندوستان میں جو "دینی موقف" ہو سکتا ہے۔ اور جس پر وہ اسلامی مقاصد کی بنیاد رکھ سکتے ہیں۔ اور اسلام کی پوری عمارت کھڑی کر سکتے ہیں۔ وہ صرف "قیام امارت شرعیہ" ہے۔ اور ہم پوری بصیرت کے ساتھ اس اعلان کو حق بجانب سمجھتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کیلئے تمام ہندوستان میں عموماً۔ اور صوبہ بہار اور دیگر اقلیت کے صوبہ میں خصوصاً اسلامی احکام اور اسلامی قوانین کو بقدر امکان بروئے کار لانے۔ اور انجام دینے کے لئے "امارت شرعیہ" کا قیام اہم اور ضروری ہے۔ اور مسلمانوں کو غیر شرعی فوضویت کے مواخذہ

سے بچانے اور غیر شرعی زندگی سے نکالنے کیلئے "نصب امیر" دینی فریضہ۔ اور اہم واجبات سے ہے۔

اور اس سلسلہ میں ہم یہ بھی گوش گذار کر دینا چاہتے ہیں۔ کہ یہ ضرورت جس طرح آج ہے۔ جب کہ انگریزی حکومت موجود ہے کل کے آنے والے دنوں میں بھی اسکی ضرورت ایسی حالت میں بھی ہوگی۔ جب کہ بالفرض ہندوستان میں ہندوستانیوں کی مشترکہ حکومت ہوگی۔ بلکہ تقسیم ہند کے اصول پر اکثریت والے صوبہ میں اس وقت بھی اسکی ضرورت ہوگی۔ جب کہ پاکستان جیسی حکومت ہوگی۔ جس میں دوسری قوموں کو حکومت میں غیر معمولی اور اہم حصہ دیا جائے گا۔ اور ان کا بڑا اثر رہے گا۔ جو بہر حال اسلامی حکومت نہیں ہوگی۔

عہ پاکستان کانفرنس منعقدہ ۲ مارچ لاہور میں مسٹر محمد علی جناح صاحب صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے اپنی صدارتی تقریر میں سکھوں کو اطمینان دلاتے ہوئے جو کچھ فرمایا ہے۔ "عصر جدید" کلکتہ مورخہ ۵ مارچ ۱۹۴۱ء کے الفاظ یہ ہیں:—

سکھوں کے اندیشہ کا ذکر کرتے ہوئے جناح صاحب نے کہا۔ ہندوستان کی تقسیم کی اسکیم میں بلاشبہ سکھوں کی پوزیشن غیر معمولی اہمیت حاصل کریگی۔ اور وہ صرف پنجاب ہی میں نہیں۔ بلکہ شمالی مغربی منطقہ کے اندر بہت ہی بڑا اثر حاصل کر لیں گے۔ ایک متحدہ ہند کے دستور اساسی میں سکھ ایک سمندر میں قطرہ کی حیثیت سے ہونگے۔ لیکن پاکستان کی تجویز اور مطالبہ کے مطابق وہ سب کچھ حاصل کر لیں گے۔

خلاصہ یہ کہ موجودہ ارتقا اور موجودہ ذہنیت کو دیکھتے ہوئے جس میں ہندو۔ اور مسلمان قوم مبتلا ہے۔ یہ ناگزیر امر ہے۔ کہ مسلمان تمام صوبوں میں چاہے وہ اقلیت کا صوبہ ہو۔ یا اکثریت کا شرعًا اور مذہبًا مجبور ہوں گے۔ کہ وہ اپنے دینی اور شرعی احکام کے انجام دینے کے لئے اپنا خاص انتظام ہمیشہ قائم رکھیں۔ یہاں تک کہ حالات سازگار ہوں اور ہندوستان کی دنیا اس سمجھنے پر مجبور ہو جائے۔ کہ حقیقی فلاح اور بہبودی۔ واقعی طمانیت اور امنیت۔ صحیح مدنیت اور عدل و انصاف۔ ان ہی اصولوں میں ہے۔ جسکی تعبیر "خلافت راشدہ" ہے۔ اور وہ بروے کار آجائے جو امارت شرعیہ کا مطلوب و مقصود ہے۔

دفاعی خدمات

اس کے پہلے صفحے میں ہم لکھ آئے ہیں۔ کہ :-

کچھ دنوں کے بعد حالات کے اقتضا نے مجبور کیا۔ کہ تعمیری کاموں کے ساتھ کچھ "دفاعی کام" بھی مفاد اسلامی کے نقطۂ نظر سے کیا جائے۔ جو موجودہ دور میں ناگزیر ہیں۔ تو ان کے متعلق بھی دفتر امارت شرعیہ کو "مخصوص طریقہ کار" شرعی نقطۂ نظر کو سامنے رکھ کر اختیار کرنا پڑا۔ جس کو ہم آخر کتاب میں "دفاعی خدمات" کے عنوان کے ماتحت بیان کریں گے۔

یوں تو حقیقتہً اسلامی تمدن۔ اسلامی معاشرت۔ اسلامی کلچر (شعار) اسلامی قوانین، کیلئے اسی دن امان اُٹھ گیا تھا۔ جس دن انگریزی نظام حکومت اور اسکی پالیسی کی ہندوستان میں بنیاد رکھی گئی۔ چنانچہ فکر مند حساس قلوب نے اس کا احساس کیا۔ اور ہندوستان کے دار الحرب ہونے کا اور امارت شرعیہ کے قیام کا اعلان کیا۔ جیسا کہ ہم "تاریخ امارت کا پہلا دن" کے عنوان کے ماتحت لکھ آئے ہیں۔

لیکن محسوسات کی خوگر نگاہوں کو بھی اس حقیقت کے سمجھنے کیلئے کچھ زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا۔ اور تھوڑے ہی دنوں میں یہ حقیقت واقعات کے پیکر میں ان کی آنکھوں کے سامنے آنے لگی۔ اور انہوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کے باہمی معاملات مثلاً نکاح۔ طلاق۔ وراثت وغیرہ کے مقدمات کے فیصلہ کیلئے شاہ عالم کے معاہدہ کی رو سے جس محکمہ دار القضا کا قائم رکھنا لازم تھا۔ اس اسلامی محکمہ کو توڑا گیا۔ ۱۸۵۰ء میں مسلمانوں کے احکام وراثت میں یہ تبدیلی کی گئی۔ کہ تبدیل مذہب کا کوئی اثر وراثت پر نہیں پڑے گا۔ یعنی مسلمان عورت کا ترکہ اسلامی قانون کے خلاف اسکے مرتد اور کافر رشتہ دار کو ملے گا — اور یہ ایک ہی نہیں بلکہ انگریزی عدالتوں کے ہائیکورٹوں کے غیر مسلم ججوں کے ذریعہ "اسلامی قانون" کو "اینگلو محمڈن لا" بنا کر اسلامی قوانین کی تخریب و تنسیخ کی گئی۔ لیکن یہ مصیبت اس وقت ناقابل تحمل ہوگی۔ جب ہندوستان میں اصلاحات کے نام سے مجالس مقننہ کی بنیاد

پڑنے لگی۔ اور خدا کے بندوں پر خداوندان مجالس مقننہ نے قانون نافذ کرنا شروع کیا۔ حتیٰ کہ دستور ۱۹۱۹ء کے بعد جب جدید انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کا دستور ہندوستان پر نافذ کیا گیا۔ تو اسلامی روح چیخ اٹھی۔ کہ مسلمانوں کو اب اسکے بعد عملاً مرتدانہ زندگی گذارنا پڑے گا۔ اور راش کے لئے اس باب میں ان کے ہاتھ میں کوئی چارہ کار نہ ہوگا۔ — اس لئے۔ کہ

دستور جدید ۳۵ء کی رو سے مجالس مقننہ میں انسانی زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق قانون بنائے جائیں گے۔ اور خداوندان مجالس مقننہ کو اس کا پورا اختیار رہوگا۔ کہ وہ ہمارے نکاح کے متعلق۔ طلاق کے متعلق۔ حج کے متعلق۔ مقامات مقدسہ کے متعلق۔ قبرستان کے متعلق۔ عبادتگاہ کے متعلق۔ اوقاف کے متعلق۔ وراثت کے متعلق۔ اسی طرح کی اور دوسری چیزوں کے متعلق۔ جس طرح کا قانون چاہیں بنائیں۔ اور ہم پر نافذ کریں۔ اور ہم کو حکومت کی طاقت سے عملاً مرتدانہ زندگی بسر کرنے پر مجبور کریں۔ اور ہم اسکی خلاف ورزی کریں۔ تو قید و بند اور جرمانہ کی سزا بھگتیں۔

مجالس مقننہ کے متعلق مولانا محمد سجاد صاحب کا نظریہ

ان حالات میں مجالس مقننہ کے متعلق شرعی نقطہ نگاہ سے حضرت

مولنا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خدا داد بصیرت سے یہ فیصلہ کیا۔ کہ دفاعی نقطۂ نظر سے غیر الٰہی نظام رکھنے والی مجالس مقننہ میں خصوصی پابندیوں کے ساتھ ممبروں کو بھیجا جائے۔ جو وہاں پہنچکر دفاعی خدمات انجام دیں۔ اور ان تمام بلوں اور تجویزوں کی مخالفت کریں جن سے مسلمانوں کے مذہبی احکام و قوانین کی ترمیم، تنسیخ، تبدیل و تغییر ہوتی ہو۔ یا غیر شرعی پابندی لازم آتی ہو۔ یا جس سے مذہبی احکام کی ادائیگی میں مشکلات پیدا ہوتی ہوں۔ اور یہ سب اس حقیقت کے یقین کے ساتھ کریں۔ کہ یہ غیر الٰہی باطل نظام کی مجلس ہے۔ صحیح نظام دنیا کے لئے وہی ہے اور وہی ہو سکتا ہے۔ جو دنیا کے خالق کا ہے۔ اور جو دنیا والوں کو اسکی طرف سے بلا ریب ملا ہے۔ اور بلا ریب محفوظ ہے۔ یہاں آنے کا اصل مقصد دفع مضرت ہے۔ جلب منفعت نہیں ہے۔ نیز اسلامی روح سے اسکے احکام سے اسکے قوانین سے۔ ان درندوں کو جو اسکو برباد کرنے اور مسخ کرنے کے لئے حملہ آور ہیں۔ اسی طرح بقدر امکان مدافعت کرنا ہے۔ جس طرح ہم اس درندہ کی بقدر امکان مدافعت کرتے ہیں اور مدافعت کرنا جائز سمجھتے ہیں۔ جو ہمارے مادی جسم پر حملہ آور ہوتا ہے۔

مولنا رحمۃ اللہ علیہ کا یہ نظریہ ایسا تھا۔ کہ ارباب فتاویٰ کے حضور میں بھی تسلیم کیا گیا۔ اور ارباب تقویٰ کے حضور میں بھی قابل قبول سمجھا گیا۔ اور شبہات و اعتراض کا مورد نہیں قرار دیا گیا۔ اور آج بھی

کسی اسلامی جماعت کو اس نظریہ سے انکار نہیں ہے۔

مجالس مقننہ کے متعلق سب سے پہلا اعلان

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے نظریہ کے متعلق ہم جو کچھ عرض کر آئے ہیں اس کا صحیح اندازہ اس "اعلان" سے ہو گا۔ جو مجالس مقننہ کے سلسلہ میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے تصحیح خیال کے نقطۂ نظر سے سب سے پہلے مسلمانوں کے ہاتھوں میں دیا تھا۔ جو بڑے سائز پر تین ورق میں تھا۔ ہم بہ نظر اختصار اس پر مجبور ہیں کہ اس جگہ صرف اس کے چند اقتباس پیش کر دیں۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اس اعلان کی ابتدا "نظام حکومت" کے عنوان کے ماتحت اس مضمون سے کیا ہے۔

> یورپ کے جمہوری نظام حکومت کی تقلید میں ہندوستان میں بھی قانون ساز مجالس (یعنی صوبجاتی کونسلیں۔ اسمبلی اور کونسل آف اسٹیٹ) قائم ہوئی ہیں۔
>
> جن میں بحالت موجودہ ہر قوم کے کچھ نمائندے اسی قوم کی رایوں (ووٹوں) سے منتخب ہو کر ممبر ہوتے ہیں۔ اگرچہ اس قسم کا گراں بار اور پر پیچ نظام حکومت ہندوستان جیسے ملک کیلئے نہ صرف یہ کہ غیر موزوں بلکہ تباہ کن بھی ہے۔ اسی کے ساتھ موجودہ دستور و آئین کی رو سے ان قانون ساز مجالس کے

اختیارات انتہائی محدود اور ناقص ہیں۔ اس لئے تمام
ہندوستانیوں کی یہ فطرتی خواہش ہونی چاہئے۔ کہ ایک ایسا
بہتر نظام حکومت قائم ہو۔ جو ہندوستان کے حسب حال
ہو۔ اور جس کا مقصد فرمانروائی نہ ہو۔ بلکہ محض خدمت
خلق۔

اگر ہندوستان کا کوئی بدنصیب فرد اس جذبہ حق وصداقت
سے محروم ہو تو ہو۔ مگر کسی مسلمان کا دل اس حقیقت کے اعتراف
سے کیونکر خالی ہو سکتا ہے۔ جب کہ اس کا وجود ہی دنیا میں صرف
معرفت حق اور خدمت خلق کیلئے ہے۔ بلکہ اسلامی اصول
سے اس پر فرض ہے کہ وہ ایسی حکومت کے قائم ہونے
کی سعی کرے۔ جو اس مقصد رفیع کو پوری کرتی ہو۔ تا
آنکہ تمام لوگ چین و آرام کی زندگی بسر کر سکیں۔ اور ظلم وعدوان
کا انسداد ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ	ہم نے اپنے رسولوں کو دلائل کے
وَاَنْزَلْنَا مَعَھُمُ الْکِتٰبَ وَ	ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب
الْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ	و میزان اتارا تاکہ تمام لوگ عدل
بِالْقِسْطِ۔ الخ (سورہ حدید)	وانصاف کے ساتھ قائم رہیں۔

گویا بعثت انبیاء کرامؑ کا اہم مقصد یہ ہے۔ کہ ظلم وعدوان ناپید
ہو۔ کوئی شخص نہ اپنے نفس پر ظلم کرے۔ نہ کسی دوسرے پر۔ یعنی ظلم کے

اس عہد نامہ کے چند دفعات یہ ہیں : ۔
میں اقرار و اثق کرتا ہوں ۔
(الف) کہ تمام ان بلوں اور تجویزوں کی مخالفت کروں گا۔
جس سے مسلمانوں کے مذہبی احکام و قوانین کی ترمیم۔ تنسیخ۔
یا تغیر و تبدل و یا غیر مشروع پابندی لازم آتی ہو۔ یا جس سے
مذہبی احکام کی ادا کاری میں مشکلات پیدا ہوتی ہوں۔ اور
اس قسم کی تمام تجویزوں کے متعلق امارت شرعیہ صوبہ بہار اور
جمعیۃ علماء دہلی کی رہنمائی کے مطابق عمل کروں گا۔ اور نیز یہ
امر کہ مسودہ قانون مذہب کے متعلق ہے یا نہیں ؟ امارت شرعیہ
اور جمعیۃ علماء ہند دہلی کے فیصلہ پر کاربند ہوں گا۔
(ب) اور میں ہر ایسے بل اور تجویز کی تائید کروں گا۔ جو ہندوستان
کی حیات سیاسی اور اقتصادی آزادی کیلئے پیش کی جائے۔
بشرطیکہ اس قسم کی تجویزیں۔ کسی ایسے امر کے متعلق نہ ہوں
جس سے ملت اسلامیہ کے مفاد کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔
(ج) اور میں انتخاب میں ووٹ حاصل کرنے کے لئے کوئی ایسا
طریقہ اختیار نہیں کروں گا، جو شرعاً اور اخلاقاً درست نہ ہوں۔

بہرحال اس نظریہ کو سامنے رکھ کر خادمی خدمت کے لئے مجالس
مقننہ کی کارروائیوں پر مولانا رحمۃ اللہ علیہ کڑی نظر رکھتے تھے۔ اور

پورے تیقظ کے ساتھ وہ نگرانی رکھتے تھے۔ کہ کوئی تجویز ملت اسلامی کے خلاف مجالس مقننہ میں منظور نہ ہونے پائے۔ جسکی بناپر مسلمان عملاً مرتدانہ زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ میں کیا کیا خدمتیں انجام دیں۔ ان کی روئداد پیش کرنی نہیں ہے۔ اور نہ اس کا موقع ہے۔ برسبیل تذکرہ چند خدمات کا تذکرہ کر کے ہم اس باب کو اسی پر ختم کرتے ہیں۔ وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین علیہ نتوکل و بہ نستعین۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سید الرسل خاتم الانبیا محمدن المصطفٰے وعلیٰ آلہ المجتبیٰ واصحابہ المقتدیٰ وعلیٰ جمیع اعوانہ والنصارہ واتباعہ اجمعین۔ آمین۔

مجالس مقننہ میں چند دفاعی خدمات

(الف) اسمبلی میں حکومت کے اغراض و مفاد کیلئے "زرعی جائداد" پر جب ٹیکس لگایا جانے لگا۔ تو اس میں جائداد وقف بھی شامل تھی۔ حالانکہ اسلامی قانون کی رو سے اغراض حکومت کیلئے "جائداد وقف" پر کوئی جدید ٹیکس لگایا جانا۔ درست نہیں تھا۔ امارت شرعیہ نے اسکی مخالفت کی۔ اور سول نافرمانی کی دھمکی دی۔ جس کا ثمرہ یہ ہوا۔ کہ اس صوبہ میں تمام زرعی اوقاف کو بحیثیت زرعی اوقاف کے زرعی ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دیا گیا۔

بخلاف دوسرے صوبوں کے جہاں امارت شرعیہ قائم نہیں ہے۔ وہاں

اس قسم کا قانون بغیر اسکے کہ اوقاف کو مستثنیٰ قرار دیا جائے۔ پاس ہوگیا۔
اور وہاں کے مسلمانوں پر ایک غیر شرعی قانون نافذ ہوگیا۔ مگر صوبہ بہار
کے مسلمان امارت شرعیہ کی وجہ سے محفوظ رہے۔

(ب) اسمبلی میں ایک مسودہ قانون "ڈاوری بل" کے نام سے پیش ہوا۔
جسکی رو سے شادیوں میں جہیز لینے دینے تک جرم قرار دیا گیا تھا۔ امارت شرعیہ
ہی کی کوششوں سے اس غیر شرعی قانون سے مسلمانوں کو بچا لیا۔
اور اس ترمیم کے ذریعہ کہ اس قانون کا اطلاق مسلمانوں پر نہیں ہوگا۔
اس غیر شرعی قانون سے مسلمانان صوبہ بہار کو مستثنیٰ کرالیا گیا۔
مگر یہ مسودہ قانون بمبئی کی اسمبلی میں پیش ہوا جہاں امارت شرعیہ
قائم نہیں ہے۔ وہاں یہ بل بغیر اسکے کہ مسلمانوں کو مستثنیٰ قرار دیا جائے
پاس ہوگیا۔ اور ایک غیر شرعی قانون مسلمانوں پر نافذ ہوگیا۔

(ج) اسمبلی میں حکومت کی طرف سے "کانسٹیٹیوشن اسمبلی" کی تجویز
پیش ہوئی۔ جو مسلمانوں کے ملی مفاد کے نقطۂ نظر سے اپنی موجودہ شکل
میں صحیح نہیں تھا۔ امارت شرعیہ ہی نے اپنی مساعی سے اس میں "بہار
مسلم انڈیپنڈنٹ" پارٹی کے ذریعہ ترمیم پیش کرائی۔ اور حکومت کو منظور
کرنی پڑی۔ بخلاف اسکے دوسرے تمام صوبہ میں یہ تجویز بغیر ترمیم کے
منظور ہوکر پاس ہوئی۔

(د) صوبہ بہار کے اسلامی اوقاف کی بربادی کے پیش نظر قانون
کے ذریعہ اوقاف کی حفاظت اور نگرانی کی شدید ضرورت تھی۔ مگر

۳۸ء تک کوئی قانون وقف اسمبلی سے پاس نہ ہوسکا۔ آخر بہار اسمبلی میں امارت شرعیہ نے اپنی ہدایت اور رہنمائی میں اسلامی اوقاف کی حفاظت کیلئے ایک مسودہ قانون وقف اسلامی اصول کی کامل رعایت کرکے مرتب کرکے بہار مسلم انڈیپنڈنٹ پارٹی کے ذریعہ پیش کرایا۔ اس بل کے نوٹس کے بعد حکومت بہار نے ایک دوسرا بل پیش کیا۔ جس کو امارت شرعیہ کے ذمہ داران نے پوری دماغ اور کوشش سے بڑی حد تک اسلامی اصول کے مطابق بنوایا۔ اور بہار کی حکومت نے اسکو منظور کیا۔

(د) صوبہ بہار کی عدالتی زبان ہندی تھی جسکی وجہ سے اردو داں طبقہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً بہت زیادہ دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ امارت شرعیہ کی مساعی سے صوبہ بہار کی عدالتی زبان میں اردو کو بھی جگہ مل گئی۔ اور مسلمانوں کیلئے یہ دقت اٹھ گئی۔

(ر) صوبہ بہار میں حکومت کی پالیسی جب یہ قرار پائی کہ ابتدائی تعلیم کو عام اور جبری کیا جائے۔ اور اس کو تعمیر قومیت کا ذریعہ بنایا جائے۔ اور بہرحال اس مقصد سے اس کو نافذ کیا جائے۔ تو امارت شرعیہ نے فوراً اس کی طرف توجہ کی۔ کہ ابتدائی تعلیم میں مسلمان بچوں کی مذہبی تعلیم بھی لزوماً داخل کی جائے۔ اور اس سلسلہ میں سب سے پہلے ۲۰ر اکتوبر ۳۸ء مطابق ۲۵ر شعبان ۵۷ھ کو ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب صدر وردھا تعلیمی کمیٹی کو حضرت مولانا ابوالمحاسن

محمد سجاد صاحب نے ایک خط لکھا۔ کہ :۔

ابتدائی اور جبری تعلیم کا جو خاکہ آپ کو تیار کرنا ہے۔ اس میں ابتداہی سے مذہبی تعلیم کیلیے بھی کافی گھنٹے رکھنے چاہئیں۔ امید ہے کہ اس پر آپ کی نظر ہوگی۔ لیکن بطور یاد دہانی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کی توجہ اس طرف مبذول کرا دوں کمیٹی کو یہ بھی بتا دینا چاہئے کہ اگر ایسا نہ ہوگا۔ تو مسلمانوں میں بے چینی ہو جائے گی۔

پھر رمضان المبارک ١٣٥٦ھ میں وزیر تعلیم صاحب سے اس مسئلہ پر زبانی گفتگو کی گئی۔ اور ١٩ رمضان المبارک ١٣٥٦ھ کو وزیر تعلیم صاحب کے نام مولانا رح نے خط لکھا۔ پھر ١٨ محرم ١٣٥٧ھ کو ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب سے بانکی پور میں ان کی قیام گاہ پر حضرت مولانا محمد سجاد صاحب نے ملاقات کی۔ اور اس مسئلہ پر ڈاکٹر صاحب موصوف اور ڈاکٹر عابد حسین صاحب۔ ڈاکٹر عبدالحق صاحب اور مولانا سید سلیمان صاحب ندوی سے باتیں کیں۔ اور اس سلسلہ میں مسلسل حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے پوری جد و جہد سے کام لیا۔ تا آنکہ ١٩ فروری ١٩٣٩ء کے دیہات سدھار کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے آنریبل ڈاکٹر سید محمود صاحب وزیر تعلیم نے یہ اعلان کیا۔ کہ :۔

حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب نائب امیر شریعت کے کہنے پر میں نے تعلیم گاہوں میں مذہبی تعلیم اصولاً منظور کر لیا ہے۔

(ز) اسی سلسلہ کی ایک چیز کانگریسی حکومت میں دیہات سدھار اسکیم تھی۔ اس اسکیم پر مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت سخت اعتراضات کئے کہ اسکے ذریعہ گاندھی ازم کی اشاعت ہوگی۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی گرفت سے مجبور ہو کر آنریبل وزیر تعلیم صاحب ممدوح نے اسی جلسہ میں اسکے متعلق بھی اعلان کیا۔ کہ :-

حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب نے دیہات سدھار کی اسکیم پر اعتراض فرمایا تھا۔ کہ اس کے ذریعہ گاندھی ازم کی اشاعت ہوگی۔ تو میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ دیہات سدھار کی اسکیم میں "گاندھی ازم" کا ذکر غلطی سے آگیا ہے۔ حضرت مولانا کے توجہ دلانے پر اس کو اسکیم سے نکال دیا گیا۔

حضرت مولانا محمد سجاد صاحب نائب امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے لئے سب سے زیادہ بے چین رکھنے والی چیز جس سے ان کا دماغ کسی وقت مطمئن نہیں رہتا تھا وہ اسمبلیوں اور کونسلوں کے ہاتھوں اسلامی احکام کی تحریف کا مسئلہ تھا۔ وہ چاہتے تھے۔ کہ جس طرح بھی ہو۔ یہ دروازہ بند ہو جائے۔ چنانچہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی طرف مسٹر جناح کو بھی اپنے اس خط میں توجہ دلایا تھا جو ۱۳۵۷ھ میں لکھا تھا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ یہ ہیں۔

"ایسی صورت میں کہ جب مسلم لیگ انگریزی نظام حکومت میں انقلاب پیدا کرنیکے لئے آمادہ نہیں۔ اور اس کے سامنے آئینی

طریقہ یہ ہے اسلامی حقوق و مفادات کا تحفظ پیش نظر ہے [illegible]
چاہئے تھا کہ اسوقت کوئی ایسی اسکیم تیار کی جاتی [illegible] موجودہ
قانون حکومت کے ماتحت عوامی قانون سازی کے نتیجہ میں مسلمانوں
کے پرسنل لا کی حفاظت ہوتی۔ اور اس کے لئے بنیادی مسودہ قانون
بنانے کا فیصلہ کرتی۔ اور تمام صوبائی اسمبلیوں اور کونسلوں میں
پیش کرنے کے لئے مسلمان ممبروں سے درخواست کرتی۔ اور سب سے
پہلے اس مسودہ قانون کو پنجاب بنگال میں پاس کرانے کی سعی
کرتی۔ تاکہ قانون سازی کے ذریعہ اسلامی احکام کی تحریفات کا
دروازہ جس حد تک ممکن ہو۔ آئندہ کے لئے بند ہو جائے۔ اور
مسلمانوں کا اندرونی تمدنی نظام بھی صحیح اصول پر قائم ہو جائے
مگر افسوس یہ ہے کہ مسلم لیگ کے اجلاس پٹنہ میں اس مسئلہ پر بھی قطعاً
غور نہیں کیا گیا۔

امارت شرعیہ صوبہ بہار نے ان ہی مصالح کو موجودہ حالات
میں پیش نظر رکھ کر گذشتہ اوائل [illegible] ایک مسودہ قانون [illegible]
تیار کیا تھا۔ اور ماہ اپریل [illegible] ملک کے بہت سے اہل الرائے
حضرات کی خدمت میں بغرض مشورہ اور استصواب رائے بھیجا گیا
اور اس کی ایک کاپی آپکے پاس بھی بھیجی گئی تھی۔ رسالہ حقوق [illegible]

عبدالصمد رحمانی
ناظم امارت شرعیہ صوبہ بہار و اڑیسہ

ہندوستان اور مسئلہ امارت

اس کے متعلق علمائے کرام کی گراں قدر چند رائیں حسب ذیل ہیں:۔

حضرت مولانا سید سلیمان صاحب ندوی برادر عزیز مولوی عبدالصمد صاحب رحمانی نے مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد رحمۃ اللہ علیہ کی فرمائش سے اس بحث پر یہ عالمانہ رسالہ اس غرض سے لکھا ہے کہ لوگوں کے اوہام و شکوک دور ہوں اور حقیقت کا منظر جلوہ طراز ہو۔ مصنف موصوف ماشاء اللہ فقہی مسائل میں بصیرت رکھتے ہیں۔ اور تفقہ فی الدین کی دولت خداداد سے بھی سرفراز ہیں۔ میں نے انکے اس رسالہ کو پڑھا اور اپنے مقصد میں اسکو کامیاب پایا۔ فجزاہ تعالیٰ۔

حضرت مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی پروفیسر جامعہ عثمانیہ دکن۔ مولانا عبدالصمد رحمانی کو خدا جزائے خیر دے کہ انہوں نے ایک ضابطہ تصنیفی شکل میں اس بدیہی اور قطعی متواتر مسئلہ کے بینات جمع کر دیئے ہیں۔ مقصد استدلال نہیں ہے۔ بلکہ اس مسئلہ کی بداہت کے وجود کو ظاہر کرتا ہے کہ قرآن بھی یہی کہتا ہے۔ حدیث سے بھی یہی ثابت ہے۔ فقہائے امت بھی یہی کہتے ہیں۔ تاریخ کی بھی یہی شہادت ہے کہ بغیر امیر کے مسلمانوں کی زندگی "اسلامی زندگی" کے اہم ترین فریضہ سے خالی ہے۔

حضرت مولانا محمد میاں صاحب ناظم جمعیۃ علمائے ہند آگرہ مدرس مدرسہ شاہی مسجد مرادآباد۔ مصنف کتاب حضرت مولانا عبدالصمد صاحب رحمانی ہمدرد ملت وسیع النظر اور صوبہ کے مشہور جلیل القدر عالم ہیں۔ آپ نے اس مسئلہ کی اہمیت کو پوری طرح محسوس فرمالیا ہے۔ یہ کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ قرآن پاک احادیث مقدسہ تصریحات فقہا فتاوی علماء اور تاریخی واقعات کی روشنی میں آپ نے مفصل اور مدلل طور پر عالمانہ انداز میں اس کتاب کو مرتب فرمایا ہے۔ کوتاہ نظری یا کج فہمی کی بناء پر جو اعتراضات کئے جاتے ہیں ان کے کافی اور وافی جوابات دیئے ہیں۔ غرض ہر ایک حیثیت سے ایک جامع تصنیف ہے جو مسائل امارت کے متعلق تمام پہلوؤں کو اجاگر کرتی ہے۔ خداوند عالم مولانا کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور عام مسلمانوں کو استفادہ اور عمل کی توفیق بخشے۔

قیمت فی جلد عصر

مکتبہ امارت شرعیہ پھلواری شریف ضلع پٹنہ (صوبہ بہار)

خطبات جمعہ

اس کو ادارہ امارت شرعیہ صوبہ بہار و اڑیسہ نے افادہ عام کی غرض سے شائع کیا ہے جس میں عید الفطر، عید اضحیٰ، کے خطبہ کے علاوہ اہم مسائل پر جمعہ کے آٹھ خطبات لکھے گئے ہیں۔ اور ان کا اردو ترجمہ بھی کر دیا گیا ہے۔ تاکہ وہ لوگ جو خطبہ میں اردو کو جائز سمجھتے ہیں، وہ خطبہ مسنونہ کے بعد ترجمہ سنا دیں۔ آخر میں خطبہ نکاح، دعا قربانی، دعا عقیقہ۔ اور عقیقہ کے ضروری مسائل بھی لکھ دیئے گئے ہیں۔

حضور امیر شریعت مدظلہ العالی

کا ارشاد گرامی اس کے متعلق یہ ہے:۔

"میں نے خطبات جمعہ کو دیکھ لیا ہے۔ نہایت مفید اور اہم ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ جمعہ میں اس خطبہ کو پڑھا کریں، اور مؤلف کی ہدایات کا خیال رکھیں۔ اسکو قبول عام عنایت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

قیمت عصہ

محمد محی الدین قادری پھلواری

پتہ:۔ مکتبہ امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ